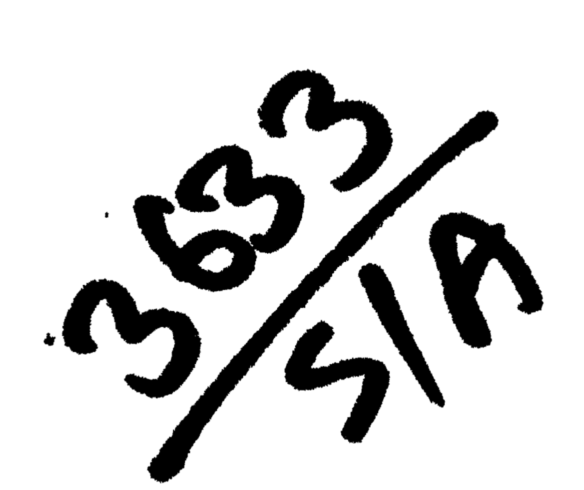
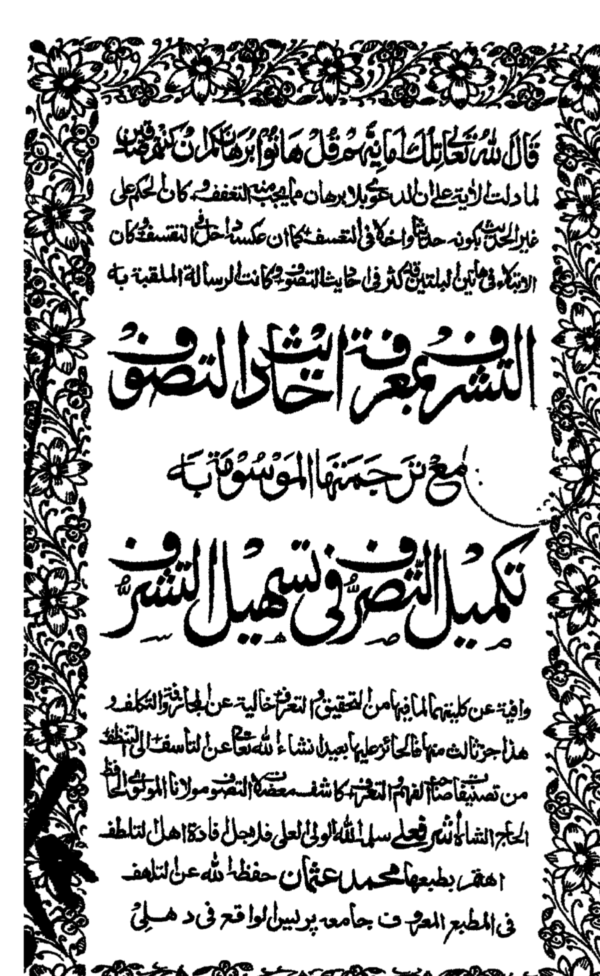




قال الله تعالى تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

لما دلت الآية على ان الدعوى بلا برهان مما يجب منه التعفف وكان الحكم على غير الحديث بكونه حديثا وادخالا في التعسف كما ان عكسه داخل في التعسف كان الابتلاء فيما بين الطلبتين في التصوف اكثر في احاديث التصوف كانت الرسالة الملقبة به

# التشرف بمعرفة احاديث التصوف

## مع ترجمتها الموسومة به

# تكميل التصرف في تسهيل التشرف

وافية عن كلتيهما لما فيها من التحقيق وفي التعرف خالية عن المجازفة والتكلف و هذا جزء ثالث منها فالحائز عليها بعيد ان شاء الله تعالى عن التاسف الى التخلف من تصنيفات صاحب الفهم التعرف كاشف معضلات التصوف مولانا المولوي الحافظ الحاج الشاه اشرف علي سلمه الله الولي العلي فلاجل افادة اهل التلطف

اهتم بطبعها محمد عثمان حفظه الله عن التلهف

في المطبع المعروف بجامعه پريس الواقع في دهلي

# مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بے مثل رہنما ہے۔ ہمت افزائے اہل سلوک ودافع شبہات وشکوک ہے اسرار ومعارف کی کان ہے۔ شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اتمام حجت ہے۔ اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اس کی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے۔ پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانے والے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیات قرآنی سے استدلال دیکھکر ان کو واضح ہوجائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے۔

قیمت تین روپیہ چار آنہ (۳؍۴)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

٤٢٥

# الشطر الثالث من التشرف

اكثر احاديثه من الجامع الصغير للسيوطى رحمه الله تعالى على ترتيب حروف المعجم وهذه رموزه من المصنف (خ) للبخارى (م) للمسلم (ق) لهما (د) لابى داؤد (ت) للترمذى (ن) للنسائى (ه) لابن ماجه (۴) لهؤلاء الاربعة (۳) لهم الا ابن ماجه (حم) لاحمد فى مسنده (عم) لابنه عبد الله فى زوائده (ك) للحاكم فان كان فى مستدركه اطلقت والا بينته (خد) للبخارى فى الادب (تخ) له فى التاريخ (حب) لابن حبان فى صحيحه (طب) للطبرانى فى الكبير (طس) له فى الاوسط (طص) له فى الصغير (ص) سعيد بن منصور فى سننه (ش) لابن ابى شيبة (عب) لعبد الرزاق فى الجامع (ع) لابى يعلى فى مسنده (قط) للدارقطنى فان كان فى السنن اطلقته والا بينته (فر) للديلمى فى مسند الفردوس (حل) لابى نعيم فى الحلية (هب) للبيهقى فى شعب الايمان (هق) له فى السنن (عد) لابن عدى فى الكامل (عق) للعقيلى فى الضعفاء (خط) للخطيب فان كان فى التاريخ اطلقت والا بينته اه والحروف المرموز بها الى الحديث الصحيح والحسن والضعيف هى (صح) و (ح) و (ض) وضعت عقب رواة الحديث بين قوسين وقليلها من كنوز الحقائق بالترتيب المذكور واصرح فيه باسماء مخرجيه بغير الرموز وما كان بالرموز

فهو من الجامع الصغير وما كان من الجامع لغير الرموز وهو نادر اكتب فيه حرف (ج) فى اول الحديث وهذا هو المميز بين احاديث الكتابين ؛ والله اسأل النفع بالنصابين . آمين ۔

**الحديث** - آفة العلم النسيان واضاعته ان تحدث به غير اهله (ابن ابی شیبہ)

**ف** فيه مسئلتان من الطريق احدهما التحريض على مذاكرة العلم النافع ومنه علم الطريق لان النسيان اكثر ما يكون من عدم المذاكرة والمذاكرة لا يكون الا مع اهله للنهى عن تحديث غير الاهل فى عين هذا الحديث وكان حاصله الامر بالقاء مسائل الفن على الطالبين والامر بالشئ نهى عن ضده فكان نهيا عن اخفاءها عنهم كديدن بعض البخلاء الذين فرحوا بما عندهم من العلم ويكرهون مشاركة غيرهم معهم ان الله لا يحب من كان مختالا فخورا الذين يبخلون ويامرون الناس بالبخل ويكتمون ما اتاهم من فضله والثانية النهى عن اظهار المسائل الدقيقة

النهی عن کتمان العلم عن الاھل والامر باظھارہ عند تحقق الاھل

**حدیث** علم کی آفت بھول جانا ہے اور علم کی اضاعت یہ ہے کہ اوسکو ایسے شخص سے بیان کرو جو اوسکا اہل نہ ہو۔

**ف** - اس میں طریق کے دو مسئلے مذکور ہیں ایک ترغیب دینا ہے علم نافع کے مذاکرہ پر اور اس علم نافع میں علوم طریقت بھی آگئے (اور مذاکرہ کی ترغیب اسلئے دی ہے) کہ نسیان اکثر عدم مذاکرہ سے ہوتا ہے اور مذاکرہ اہل ہی کے ساتھ ہوگا کیونکہ غیر اہل کے سامنے بیان کرنے سے خود اس حدیث میں نہی ہے۔ پس حاصل اِس کا اس بات کا امر ہوا کہ مسائل فن طالبین کو بتلاتے رہیں اور کسی بات کا امر کرنا اوسکی ضد سے نہی ہوتی ہے سو طالبین سے اون مسائل کے اخفاء کرنے کی ممانعت بھی ہوئی جیسے بعض بخیلوں کا شیوہ ہے جو اپنے معلومات پر اتراتے ہیں اور اسکو ناپسند کرتے ہیں کہ ان علوم میں کوئی دوسرا ان کا شریک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ایسے

الغامضة من النفس عند غیر الاهل من الاغنیاء او المنکرین وهذا کله عادة المحققین

لوگوں کو پسند نہیں فرماتے جو اترانے والے فخر کرنے والے ہوں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی فرمائش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اون کو اپنے فضل سے دیا ہے اوسکو چھپاتے ہیں اور دوسرا مسئلہ نا اہلوں کے سامنے جو کہ غبی ہیں یا منکر ہیں فن کے باریک مسائل کے بیان کرنے سے ممانعت ہے اور یہ سب عادت ہے محققین کی +

۳ باب اصل التواجد

**الحدیث**- اتلوا القرآن وابکوا فان لم تبکوا فتباکوا (ابن ماجہ) **ف** هو اصل للتواجد فان البکاء وجد والتباکی تواجد والشرط صدق النیة من جلب الرقة والخشوع دون الریاء والسمعة فانه حرام فلا یلام علی الصادقین من المتواجدین ولا یذب عن الکاذبین منهم

**حدیث**- قرآن پڑھتے ہوئے رویا کرو (یعنی خدا تعالیٰ کی محبت یا خشیت سے) اور اگر رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بناؤ **ف** یہ اصل ہے تواجد کی کیونکہ رونا وجد ہے اور رونے کی صورت بنانا تواجد ہے مگر شرط یہ ہے کہ نیت صادق ہو یعنی رقت اور خشوع کا پیدا کرنا نمایش و شہرت کی نیت نہ ہو وہ تو حرام ہے پس اہل تواجد جو صادق ہیں اون پر ملامت نہ کی جاوے گی اور جو ان میں کاذب ہیں اون کی حمایت نہ کی جاوے گی (اور من تشبہ بقوم فهو منهم سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ تواجد تشبہ ہے اہل وجد کیساتھ اور قوم عام ہے اہل خیر و اہل شر دونوں کو)

الرزق من حیث لا یحتسب

**الحدیث**- ابی اللہ ان یرزق عبد المومن الا من حیث لا یحتسب (فر) عن ابی هریرة (هب) عن علی **ف** ویشاهد هذا الشان فی الجماعة الصوفیة فهو من ابین المشاهد

**حدیث** اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندہ کو ایسی ہی جگہ سے رزق دینا منظور ہے جہاں اوس کا گمان بھی نہ ہو **ف** جماعت صوفیہ میں اس شان کا صاف مشاہدہ ہوتا ہے تو یہ بہت صاف

علی کمال ایمانہم عند اللہ۔

شہادت ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے نزدیک مومن کامل ہیں +

ذم الخصام

**الحدیث**۔ ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم (ق حم ت ن) عن عائشۃ (صح)

**ف** ومن ثم تری اہل الطریق یعرضون عن خطاب اللجوج فی الکلام کیلا یجر الکلام الی الخصام

**حدیث**۔ سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو بڑا جھگڑالو ہو۔

**ف**۔ اسی جگہ سے تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ وہ ایسے شخص سے خطاب بھی نہیں کرتے جو گفتگو میں پیچ کرنے والا ہوتا کہ گفتگو میں جھگڑے تک کی نوبت نہ آجاوے (اور حدیث کی وعید میں داخل نہ ہوجاویں)

۴

**الحدیث** اتانی جبریل فقال یا محمد عش ما شئت فانک میت واحبب من شئت فانک مفارقہ واعمل ما شئت فانک مجزی بہ واعلم ان شرف المومن قیامہ باللیل وعزہ استغناءہ عن الناس الشیرازی فی الالقاب (ک ہب) عن سہل بن سعد (ہب) عن جابر (حل) عن علی (صح)

بعض خصائص القوم

**ف** المقصود بالجملۃ الاولے استحضار الموت وبالثانیۃ عدم التشغف بالمخلوق وبالثالثۃ مراقبۃ الجزاء مع القیام باللیل والاستغناء عن الناس وہذا کلہ کالشعار للقوم کما ہو ظاہر

**حدیث**۔ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمدؐ جتنا چاہو جیتے رہو مگر مرنے والے ضرور ہو۔ اور جس سے چاہو محبت کرلو مگر اوس سے جدا ہونے والے ضرور ہو اور جو چاہو عمل کرلو مگر اوسکی جزا پانے والے ضرور ہو اور معلوم کرلو کہ مومن کا شرف (عبادت کے ساتھ) اوسکی شب بیداری ہے اور اوسکی عزت اوس کا لوگوں سے مستغنی رہنا ہے **ف** (حدیث میں) پہلے جملہ سے مقصود موت کا یاد رکھنا ہے اور دوسرے جملہ سے مخلوق کیساتھ زیادہ تعلق نہ رکھنا ہے اور تیسرے جملہ سے جزاء کا خیال رکھنا ہے اوسکے ساتھ ہی قیام لیل اور لوگوں سے استغنا رکھنا ہے اور یہ سب صوفیہ کا گویا شعار ہے جیسا کہ ظاہر ہے +

(باقی آئندہ)

**الحديث** اتق المحارم تكن اعبد الناس وارض بما قسم الله تكن اغنى الناس واحسن الى جارك تكن مؤمنا واحب للناس ما تحب لنفسك تكن مسلما ولا تكثر الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب (حم ت هب) عن ابي هريرة **ف** وهذه من اخص مقامات الطريق۔

**حدیث**۔ حرام چیزوں سے بچ توسب آدمیوں سے زیادہ عابد ہوجاوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھدیا ہے اوسپر راضی رہ توسب آدمیوں سے زیادہ غنی ہوجاوے گا اور اپنے پڑوسی کے ساتھ سلوک کیا کر تو مومن (کامل) ہوجائے گا اور دوسرے لوگوں کے لئے اوس چیز کو پسند کر جسکو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو مسلمان (کامل) ہوجائیگا۔ اور کثرت سے مت ہنسا کر کیونکہ کثرت سے ہنسنا قلب کو مردہ کر دیتا ہے **ف** یہ اعمال طریقت کے خاص مقامات سے ہیں۔

**الحديث** اتقوا الدنيا واتقوا النساء فان ابليس طلاع رصاد وما هو بشيء من فخوخه باوثق لصيده في الاتقياء من النساء (فر) عن معاذ (رض) **ف** فيه الامر بالتجنب عن النساء غير الازواج والمحارم اشد تجنب ويغلط فيه اكثر من تزيا بزي القوم يتساهلون في امر النساء ويقعون في فتن داهية من المفاسد الظاهرة والباطنة فالحذر الحذر تكن

اورد۲ لمبشر

**حدیث**۔ دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو کیونکہ ابلیس تاک میں رہتا ہے گھات میں رہتا ہے اور وہ اپنے مختلف جالوں سے کسی جال پر متقیوں کے شکار کرنے کے لئے عورتوں (کے جال) سے زیادہ بھروسہ نہیں رکھتا **ف** اِس حدیث میں بجز اپنے محرم اور منکوحہ عورتوں کے دوسری عورتوں سے بہت سختی کے ساتھ بچنے کا حکم ہے اور اس باب میں وہ لوگ کثرت سے غلطی کرتے ہیں جو صوفیہ کی وضع میں رہتے ہیں کہ عورتوں کے معاملہ میں بہت ڈھیلاپن برتتے ہیں

اور بڑے سخت فتنوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں ظاہری مفاسد میں بھی (مثل نظر بد و تلذذ بالکلام وغیرہ) اور باطنی مفاسد میں بھی (مثل میلان و ہیجان) پس بچتے رہو بچتے رہو تم سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہوجاؤ گے (مولانا رومیؒ نے جو عورتوں کے جال ہوجانیکا ذکر فرمایا ہے یہ حدیث اوس کا ماخذ ہوسکتی ہے ؎

گفت ابلیس لعیں دادار را ۔ دام زفتے خواہم ایں اشکار را

الیٰ ان قال ؎

چونکہ خوبی زنان با او نمود کہ ز عقل و صبر مردان میربود
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد کہ بدہ زوتر رسیدم بر مراد
چوں بدید آں چشمہائے پرخمار کہ کند عقل و خرد را در خمار
واں صفائے عارض آں دلبران کہ بسوزد چوں سپند ایں دل بر آں
روی و خال و ابرو و لب چوں عقیق گوئیا حق تافت از پردہ رقیق
6 قد چوں سرو خراماں در چمن خد ہمچون یاسمین و نسترن
چونکہ دید آں غنج برجست او سبک چون تجلی حق از پردۂ تنک
عالمی شد والہ حیران و دنگ زاں کرشم وزان دلال نیک شنگ

**الحدیث** ۔ اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ الحلوانی (عدہق)

**ف** معناہ عندی لا تقتدوا بالعالم فی زلتہ وعدولہ عن الصواب لکن لا تعجلوا فی ترکہ والاعراض عنہ وانتظروا رجوعہ فان رجع فہو المقتدی کما کان وان لم یرجع فاترکوا اطاعتہ واہجروہ ہجرا جمیلا وفیہ ادب

**حدیث** ۔ عالم کی لغزش سے بچو اور اوس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو ۔

**ف** ۔ حدیث کے معنے میرے نزدیک یہ ہیں کہ عالم سے اگر لغزش ہو جاوے اور راہ صواب سے وہ عدول کرنے لگے تو اس باب میں اوس کا اقتدا مت کرو ۔ لیکن اوس سے قطع تعلق کردینے میں بھی جلدی مت کرو بلکہ اوس کے رجوع کے منتظر رہو اگر وہ

سی سنۃ المرء یا الشیخ اذا زل فی غیرھما

الطالب مع الشیخ اذا وجد منہ
شیئ منکر فی الظاہر فان احتمل
التاویل فلا تترک صحبتہ فان
تحسین الظن اعظم شئ فی الطریق
خصوصاً بالشیخ و دلیلہ قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی ما رواہ
الترمذی فی کتاب التفسیر
فی قصۃ موسیٰ والخضر یرحم اللہ
موسی لوددنا انہ کان صبر حتی
یقص علینا من اخبارہما الحدیث
فانظر کیف تمنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سکوت موسیٰ
علیہ السلام و رجحہ علی انکارہ
مع رؤیتہ المنکرات ظاہراً وان لم
یحتمل التاویل فانتظر فان
رجع الی الصواب فاللہ یقبل
التوبۃ عن عبادہ وان اصر علیہ
فاترک صحبتہ واتخذ شیخاً غیرہ
لکن لما افادک فی ایام حاجتک
فلا تنس احسانہ ولا تؤذہ
ولا تغتبہ وھذا ھو الھجر
الجمیل وھذا التفصیل کلہ
فی الصبر معہ والانقطاع عنہ

رجوع کرے تو وہ بدستور سابق مقتدا ر
ہے اور اگر رجوع نہ کرے تو اوسکی
اطاعت چھوڑ دو۔ اور شائستہ طریق
پر اوس سے علاقہ قطع کر دو اور اس میں
طالب کا ادب (تعلیم کیا گیا) ہے شیخ
کے ساتھ جب اوس سے کوئی ایسی بات
صادر ہو جو ظاہراً منکر ہے سو اگر وہ تاویل
کو محتمل ہو تو اوسکی صحبت ترک مت کرو
کیونکہ نیک گمان رکھنا یہ طریق میں
بہت بڑی چیز ہے خصوصاً شیخ کے
ساتھ دلیل اسکی حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا ترمذی نے ۷
کتاب التفسیر قصہ موسی و خضر میں روایت
کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
رحمت فرماوے موسے علیہ السلام
پر ہم کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے
کہ وہ صبر فرماتے (اور خضر علیہ السلام
پر روک ٹوک نہ کرتے) تاکہ اون کی
خبریں ہم سے اور بیان کی جاتیں سو
دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسبات کی کیسی تمنا فرمائی کہ موسے
علیہ السلام سکوت فرماتے اور سکوت
کو نکیر پر کیسے ترجیح دی باوجودیکہ

اما الاقتداء معہ فی المنکر فلا مساغ فیہ اصلا سواء امرہ بہ او قلدتہ من غیر امرہ وعدم الاقتداء ھو المراد بالجزء الاول من الحدیث والصبر معہ مع الشرائط الخاصۃ الثابتۃ بالکلیات الشرعیۃ ھو المراد بالجزء الثانی منہ

ایسے واقعات بھی دیکھے جو ظاہراً منکر تھے (یہ تو اوس صورت میں ہے جب تاویل کا احتمال ہو) اور اگر (وہ امر) تاویل کو محتمل نہ ہو تو (بھی جلدی مت کرو بلکہ) منتظر رہو اگر وہ صواب کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ قبول ہے اور اگر وہ اوسپر اصرار کرے تو اوسکی صحبت چھوڑ دو

اور کسی اور شیخ کو تجویز کر لو۔ لیکن چونکہ اوس نے تم کو تمہاری حاجت کے زمانہ میں فائدہ پہونچایا ہے تو اوس کے احسان کو مت بھولو۔ اور اوسکو ایذا مت دو اور اوسکی غیبت نہ کرو۔ اور یہی ہے شایستہ طریق پر چھوڑ دینا اور یہ سب
۸ تفصیل اسمیں تھی کہ اوس کے ساتھ نباہ کیا جاوے یا اوس سے قطع تعلق کر لیا جاوے رہا اوس منکر میں اوسکی اقتداء کرنا سو اسمیں کوئی گنجایش نہیں خواہ وہ تم کو اوس امر کا حکم دے یا بدون اوس کے حکم کے خود اوسکی تقلید کرنے لگو (کسی طرح اسکی گنجایش نہیں) اور یہ اقتدار نکرنا مراد ہے (حدیث کے) جزو اول سے (کہ عالم کی لغزش سے بچو) اور اوس کے ساتھ نباہ کرنا خاص شرائط کے ساتھ جو قواعد شرعیہ سے ثابت ہیں (جیسا اوپر کی تقریر میں بیان کیا گیا) مراد ہے (حدیث کے) جزو ثانی سے (کہ اِس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو۔

مکافاۃ الاحسان بالدعاء

**الحدیث** اثیبوا اخاکم ادعوا لہ بالبرکۃ فان الرجل اذا اکل طعامہ وشرب شرابہ ثم دعا لہ بالبرکۃ فذالہ ثوابہ منہم

**حدیث** اپنے (محسن) بھائی کو (احسان کا) بدلہ دیا کرو (اسطرح سے کہ) اوس کے لئے برکت کی دعا کیا کرو۔ کیونکہ آدمی جب اوس (بھائی) کا

(باقی آیندہ)

روهب) عن جابر (ح) **ف** فيه
الدعاء للمحسن وكانه كالطبيعة
للقوم يدعون ابلغ دعاء لمن
احسن اليهم وان كان بشئ
قليل فهم ينظرون الى الحقيقة
النعمة لا الى قدرها

کھانا کھانے اور اوس کا پانی پئے پھر
اوس کے لئے برکت کی دعا کردے
تو یہ (دعا کرنا) اوس کا بدلہ ہو جاتا ہے
ان (کھانے پینے والوں) کی طرف سے
**ف**۔ اس حدیث میں محسن کیلئے
دعا کا حکم ہے اور یہ (امر) صوفیہ
کے لئے مثل امر طبعی کے ہے جو شخص ان کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہے یہ اسکی
لیے بہت مبالغہ کے ساتھ دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ احسان بہت ہی ادنی چیز کا
ہو سو یہ لوگ نعمت کی حقیقت کو دیکھتے ہیں (اور حقیقت کثیر و قلیل میں مشترک
ہے) اوسکی مقدار کو نہیں دیکھتے (کہ قلیل ہے)

**الحديث** اجتنبوا مجالس
العشيرة (ص) عن ابان بن
عثمان مرسلاً قال العزيزي
في شرحه اي الرفقاء المتعاشرين
الذين يكثرون الكلام في غير
ذكر الله تعالى وما والاه لما
يقع فيها من اللغو واللهو
اضاعة الواجبات قال الشيخ
حديث ضعيف اھ **ف** لكن
لا يضر فيما تأيد بالدليل
الصحيح وهذا كذلك كما هو ظاهر
وهذا الاجتناب هو سر العزلة
المعتادة للقوم فان اكثر المجالس

**حدیث**۔ یار باشی کی مجلسوں سے
بچو یعنی ایسے رفیقوں سے بچو جو باہم 9
یارانہ رکھتے ہیں اور ایسے کلام کی کثرت
کرتے ہیں جو نہ ذکر اللہ ہے نہ اسکے
متعلق ہے (اور بچنے کا حکم) اسلئے
(ہوا) کہ ایسی مجالس میں لغو اور لہو
اور اضاعۃ واجبات واقع ہوتا ہے
**ف** اور ایسی صحبت سے بچنا ہی
راز ہے اوس عزلت کا جو صوفیہ کا
معمول ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر
مجالس ایسی ہی ہوتی ہیں پس
ان پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا
کہ یہ تارک سنت ہیں کیونکہ شریعت میں

فی ھذا الزمان کذلك فلا یلزمھم ترك سنة الجماعة المطلوبة فی الشرع

اجتماع مطلوب ہے۔ (اعتراض کا عدم لزوم ظاہر ہے کیونکہ ایسا اجتماع مطلوب اور مسنون نہیں بلکہ دوسرے دلائل سے منہی عنہ ہے)

الحذر عن الفتیا وردہا الی اہلہا

**الحدیث** (حج) اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار (الدارمی) عن عبید اللہ بن ابی جعفر مرسلا فی العزیزی قال الشیخ حدیث ضعیف **ف** قلت ولا یضر الضعف لتایدہ بقولہ تعالی ولا تقف ما لیس لك بہ علم وقولہ تعالی وان الظن لا یغنی من الحق شیئا ومن ثم تری القوم یحتاطون من الفتیا ویحیلونھا علی المشتغلین بھا الا ان یضطروا الیھا فلا یلزمھم کتمان العلم

**الحدیث**۔ جو شخص فتوی دینے میں زیادہ جری ہوگا وہ دوزخ (میں جانے) پر زیادہ جری ہوگا۔ **ف** اسیوجہ سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ (اونہیں جو علم رکھتے ہیں) وہ (بھی) فتوے دینے سے احتیاط کرتے ہیں اور اوسکو اون لوگوں پر حوالہ کر دیتے ہیں جو اس میں مشغول ہیں۔ لیکن اگر ضرورت ہی ہو جائے تو اور بات ہے پس اب یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ احکام کو چھپاتے ہیں (جیسے بعض بیہودہ اس کا الزام دینے لگتے ہیں کیونکہ وعید اوسوقت ہے جب دوسرے طریق سے حاجت رفع نہ ہو سکے)

عدم الحرص فی طلب الرزق

**الحدیث** اجملوا فی طلب الدنیا فان کلا میسر لما کتب لہ منھا (طب) عن ابی حمید الساعدی قال العزیزی وھو حدیث صحیح **ف** وھذا کالامر الطبعی للقوم من عدم شدة الاھتمام

**حدیث**۔ دنیا حاصل کرنے میں سرسری سعی کرو (زیادہ انہماک مت کرو) ہر شخص کو وہی میسر ہوتا ہے جو اوسکے لیے مقدر ہے **ف** اور یہ طریقہ صوفیہ کے لیے مثل امر طبعی کے ہے

بطلب الدنیا وعدم اجتهاد النفس فیه

کہ تحصیل دنیا میں اہتمام شدید نہیں کرتے اور اپنے نفس کو مصیبت میں نہیں ڈالتے۔

**الحدیث** اجوع الناس طالب العلم واشبعهم الذی لا یبتغیه ابونعیم فی کتاب العلم (فر) عن ابن عمر فی العزیزی قال الشیخ حدیث ضعیف **ف** ولا یضر لان النصوص متظافرة فی الترغیب علی الزیادة فی العلم وفیه اصلاح لمن لا یهتم بالعلوم الضروریة الدینیة ویدعی السلوك للوصول الی الله تعالی واقبح منه من یذم العلم ویعتقده مضرا بالطریق اعاذنا الله تعالی من الجهل والزیغ

**حدیث**۔ سب میں زیادہ بھوکا علم (نافع) کا طالب ہے (کہ اوسکو اوس کا نفع اور لذت دیکھکر اوس سے کبھی سیری ہی نہیں ہوتی) اور سب میں زیادہ شکم سیر وہ ہے جو اوس کا طالب نہو (یے رغبتی میں سیری سے تشبیہ دی گئی) **ف** اسمیں اون لوگوں کی اصلاح ہے جو علم دینی ضروری کا اہتمام نہیں کرتے اور وصول الی اللہ کی غرض سے سلوک کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس سے بدتر وہ لوگ ہیں جو علم کی مذمت کرتے ہیں اور اوسکو طریق کے لیئے مضر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ جہل اور کجی سے محفوظ رکھے۔

11

**الحدیث** احب الاعمال الی الله تعالی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم (طب) عن ابن عباس قال العزیزی وهو حدیث ضعیف قلت لکنه معلوم من قواعد الشرع فلا یضر ضعف الاسناد کیف

**حدیث**۔ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعد فرائض کے مسلمان پر مسرت کا داخل کرنا ہے میں کہتا ہوں کہ گو یہ حدیث سنداً ضعیف ہے مگر قواعد شرع سے معلوم ہے حدیث صحیح میں حکم ہے کہ

وقد روی فی الصحیح قوله صلی الله
علیه وسلم بشروا ولا تنفروا وکون السرور
لازما للبشارة ظاهر وهذا الخلق
کانه من طبیعة القوم

**الحدیث** احبوا الفقراء
وجالسوهم واحب العرب من قلبك
ولیردك عن الناس ما تعلم من
نفسك (ك) عن ابی هریرة (صح) قلت
لیس المراد بالفقراء من لا مال
لهم بل من لهم مسکنة وتذلل
وان کانوا اولی ثروة وورد فی
۱۵ حدیث آخر من الجامع الصغیر
اتبعوا العلماء فانهم سراج الدنیا
ومصابیح الآخرة (فر) عن
انس مجموع الحدیثین یدل
علی ان المختار للمجالسة والاتباع
والحب من کان جامعا [illegible]
والتواضع وهذا الجمع لا یکون
الا فی الصوفی واظهر الثانی
من الحدیث یدل علی مطلوبیة
حب اهل دیار الشیخ والثالث
علی ان الاشتغال باصلاح
النفس رادع من الاعتراض [illegible]

بشارت دیا کرو۔ اور بشارت کے
لیے مسرت لازم ہے اور یہ عادت
حضرات صوفیہ میں مثل امر طبعی
کے ہے +

**حدیث**۔ فقراء سے محبت کرو اور
ان کے پاس بیٹھا کرو۔ اور عرب سے
ساتھ دل سے محبت رکھو اور اپنے
نفس میں تجھکو جو عیوب معلوم ہیں
ان میں نگاہ رہنا دوسرے لوگوں
کے پیچھے پڑنے سے تجھکو مانع ہونا
چاہیئے (یعنی اپنی اصلاح میں مشغول
رہو دوسروں کی عیب جوئی اور عیب
گوئی میں مت لگو) میں کہتا ہوں
کہ فقراء سے مراد مفلس لوگ نہیں
بلکہ وہ ہیں جن میں مسکینی اور
پستی کی صفت ہو اگرچہ وہ اہل
ثروت ہوں اور جامع صغیر کی
ایک دوسری حدیث میں ہے
کہ علماء کے ساتھ رہو یعنی
مجالست میں بھی اور مطاوعت
میں بھی کیونکہ وہ دنیا کے بھی
چراغ ہیں اور آخرت کے بھی چراغ
ہیں پس دونوں حدیثوں کا مجموعہ

(باقی آئندہ)

علی الناس وھو المراد بالرد عن الناس لا اصلاح الناس لاسیما من یستصلح لکونہ ماموراً بہ فکیف ینھی عنہ نعم لہ شرائط وموانع مضبوطۃ فی محلھا

اِس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ مجالست اور اتباع اور محبت کے لیے وہ شخص منتخب ہے جو علم اور تواضع کا جامع ہو اور یہ جامعیت عالم صوفی ہی میں ہوتی ہے اور حدیث کا دوسرا جزو اسپر دال ہے کہ اپنے شیخ کے اہل وطن سے محبت رکھنا بھی مطلوب ہے۔ اور تیسرا جزو اسپر دال ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہنا دوسروں پر اعتراض کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ اور یہی مراد ہے لوگوں سے مانع ہونے سے۔ اور دوسروں کی اصلاح کرنا مراد نہیں خصوصاً جو خود اصلاح چاہے کیونکہ اصلاح تو مامور بہ ہے تو اوس سے کیسے ممانعت ہوگی البتہ اِس اصلاح کے کچھ شرائط وموانع ہیں جو اپنے مقام میں منضبط ہیں

۱۴۳ **الحدیث** احذروا الشھوۃ الخفیۃ العالم یحب ان یجلس الیہ (فر) عن ابی ھریرۃ (رض) **ف** فیہ ذم للتعرض لاستجلاب الناس الیہ بلطف المرفق وحسن القول محبۃ الاستتباع فان ذلک من غوائل النفس الامارۃ وفی الخمول سلامۃ فاذا بلغ الکتاب اجلہ وخلعت علیہ خلعۃ الارشاد اقبل الناس الیہ قھراً عنھم ھذا حاصل فی العزیزی ملخصاً وھو محمل قول الرومی ؂

**حدیث**۔ شہوۃ خفیہ سے بچو (اوسکی ایک صورت یہ بھی ہے کہ) عالم اس بات کو پسند کرے کہ اوس کے پاس لوگ بیٹھا کریں **ف** اس میں اسکی مذمت ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف کشش کرنے کی کوشش کیجاوے اس طرح سے کہ اون کے ساتھ لطف ونرمی اور شیریں کلامی کا برتاؤ اس غرض سے ہو کہ لوگ اِس کے تابع ہوجایں کیونکہ یہ نفس امارہ کے امراض میں سے ہے اور گمنامی میں سلامتی ہے پھر جب نوشتۂ تقدیر کا

اصل النفس عن الناس

منصب تعلیم نوعی شہوتیست
ہر خیال شہوتی در رہ بتی ست

وقت آئیگا اور اوسپر خلعت ارشاد پہنایا جائیگا۔ لوگ خود بخود اس طرح متوجہ ہوں گے کہ وہ اسپر (اس باب میں) زبردستی کریں گے (یعنی یہ نہ چاہیگا اور لوگ لپٹیں گے اور یہی (شہوۃ خفیہ مذکورہ) محل ہے مولانا رومی کے ارشاد کا

منصب تعلیم نوعی شہوتے ست
ہر خیال شہوتے در رہ بتی ست

(یعنی تعلیم سے مراد وہ ہے جس سے مقصود اپنے لئے منصب حاصل کرنا ہو)

**الحدیث** احذروا الشہرتین الصوف والخز ابو عبد الرحمن السلمی فی سنن الصوفیۃ (فر) عن عائشۃ (ض)
**ف** فیہ ذم حب الشہرۃ واتخاذ
۱۴ اللباس لہا سواء کان فی طرف التخشن او فی طرف التحسن۔

**حدیث**۔ دو شہرتوں سے بچو ایک صوف سے دوسرے خز سے
**ف** اس میں مذمت ہے حب شہرت کی اور شہرت کے لئے خاص لباس اختیار کرنے کی خواہ اظہار ترک زینت کے لئے ہو (جیسے ریاکار صوفی درویشی کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں) خواہ اظہار حسن (وزینت) کے لئے ہو (جیسے ریاکار امرا امیرانہ لباس خالص ریشم یا مخلوط بہ ابریشم کہ خز کی دونوں تفسیریں ہیں اظہار شان کے لیے پہنتے ہیں غرض قصداً نہ امیری ظاہر کرے نہ فقیری)

**الحدیث** احسنوا جوار نعم اللہ لا تنفروہا فقلما زالت عن قوم فعادت الیہم (ع سل) عن انس (ہب) عن عائشۃ (ض) فی الحاشیۃ للحفنی احسان جوارہا استعمالہا فیما خلقت لہ ولا تنفروہا

**حدیث**۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مجاورت وملابست کا حق اچھی طرح ادا کرو (اور) انکو اپنے سے بھگاؤ مت (یعنی گناہ کرکے یا بقدری کرکے۔ کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کسی قوم کے پاس سے معصیت یا کفران کے سبب)

ای تزیلوھا او تبعدوا عنہا بفعل المعاصی ۱۲ف ومن ثم تری القوم یستعظمون کل نعمۃ وان کانت ھینۃ عند الناس حیث یتعجب الناس باستعظامہم

جاتی رہی ہوں اور پہر اون کے پاس واپس آئی ہوں **ف** اسیوجہ سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اون نعمتوں کی بہی بڑی قدر کرتے ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں. اور اتنی قدر کرتے ہیں کہ لوگ اوس سے تعجب کرتے ہیں (چنانچہ اگر اون کے پاس ایک پیسہ بہی آتا ہے بہت بشاشت سے اوسکو لیتے ہیں اگرچہ اوس سے دل کو لگاؤ نہیں ہوتا)

**الحدیث** احب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلما (ای کاملاً) (للبیہقی) **ف** فیہ الدلالۃ علی کون الصوفیۃ مسلمین کاملین لسبقہم فی ھذا الوصف علی من عداھم

**حدیث**۔ اور لوگوں کے لیے وہی بات پسند کر جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے (ایسا کرنے سے تو (کامل) مسلمان ہو 15
جائے گا +

**ف** اِس میں دلالت ہے حضرات صوفیہ کے کامل مسلمان ہونے پر کیونکہ وہ اِس وصف میں دوسرے لوگوں پر سبقت رکہتے ہیں +

**الحدیث** احبوا المساکین وجالسوھم للدیلمی فی مسند الفردوس **ف** وھذا الحب والمجالسۃ کالطبیعۃ للقوم

**حدیث** مساکین سے محبت رکہو اور اون کے پاس بیٹھا کرو۔ **ف** مساکین سے محبت رکہنا اور (اونکی خاطر کرنا) اور اون کے پاس بیٹھنا (اور اون کے قریب سے عار و نفرت نہ کرنا جیسا متکبرین کرتے ہیں) یہ حضرات صوفیہ کے لیے مثل امور طبعیہ کے ہے۔

**الحدیث** اخروا الاحمال

**حدیث** (جانور پر) اسباب ذرا

فان الایدی مغلقۃ والارجل موثقۃ (د) فی مراسیلہ عن الزہری ووصلہ البزار (ع طس) عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ نحوہ (ح) قال العزیزی وسببہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای جملا حملہ مقدم علی یدیہ فذکرہ والقصد الرفق بالدابۃ ما امکن ام **ف** فیہ فضل القوم حیث یراعون ہذہ الرقائق لکل احد حتی فی الدواب

رعایۃ الرفق حتی للدواب ۱۶

پیچھے ہٹا کر رکھو کیونکہ (بہت آگے بڑھا کر رکھنے سے) اون کے ہاتھ (بوجھ پڑنے سے) گویا بندہ جاتے ہیں اور (بہت پیچھے بھی مت رکھو اس سے) گویا پاؤں بندہ جاتے ہیں سبب اس ارشاد کا یہ تہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کا بوجھ اوس کے ہاتھوں کی طرف بڑھا ہوا رکھا تھا اس لیئے آپ نے یہ ذکر فرمایا اور مقصود آپ کا جانور کے ساتھ نرمی کرنا ہے جہانتک ممکن ہو **ف** اس میں صوفیہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرات ایسے دقائق کی ہر ایک کے لیئے رعایت کرتے ہیں حتی کہ جانوروں کے لیے بھی (جس کا سبب ترحم وانصاف کا کمال ہے)

**الحدیث** اخلص دینک یکفک القلیل من العمل ابن ابی الدنیا فی الاخلاص (ک) عن معاذ (صح) **ف** ومن ثم تری القوم یکون اہتمامہم بالاخلاص اکثر من اہتمامہم باکثار الاعمال حتی ان بعضہم یحسبہ الناس قلیل الاعمال

ترجیح الاخلاص علی الاعمال الظاہرۃ

**حدیث** اپنے دین میں اخلاص پیدا کر پھر تجھکو عمل (ظاہری) میں سے قلیل بھی کافی ہوگا **ف** اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو۔ کہ اخلاص کے لیئے اون کا اہتمام تکثیر اعمال کے اہتمام سے زیادہ ہوتا ہے یہانتک کہ بعضوں کی نسبت عام لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ انکے اعمال قلیل ہیں

(باقی آیندہ)

ولا یدرون ان عملہ الباطنی الذی ہو اکمل وافضل من الاعمال الظاہرۃ الزائدۃ بہذا الحدیث لیس بقلیل۔

اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اِس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی روسے اعمال ظاہرہ زائدہ سے افضل واکمل ہے ؛۔

**الحدیث**۔ اخزن لسانک الا من خیر للطبرانی **ف** ومن ثم تری السکوت غالبًا علی التکلم فی اکثر القوم لان الخیر من الکلام قلیل ومن وفق لغلبۃ الخیر فی کلامہ لایبالی من اکثارہ وھو عامل فی عین الاکثار بھذا الحدیث

**حدیث**۔ اپنی زبان کو محفوظ رکھو مگر کلام خیر سے۔ **ف** اور اسی لیے اکثر صوفیہ میں سکوت کو تکلم پر غالب دیکھتے ہو کیونکہ کلام خیر قلیل ہی ہوتا ہے باقی جسکو اسکی توفیق عطا ہو جائے کہ اوس کے کلام میں خیر غالب رہتی ہو وہ تکثیر فی الکلام سے بھی پاک نہیں رکھتا اور ایسا شخص عین کثرت کلام کی حالت میں بھی اِس حدیث پر عامل ہے (جیسا ظاہر ہے)

فضل کم گوئی ۱۷

**الحدیث** ادّ ما افترض اللہ تعالی علیک تکن من اعبد الناس واجتنب ما حرم اللہ علیک تکن من اورع الناس وارض بما قسمہ اللہ لک تکن من اغنی الناس (عد) عن ابن مسعود (رض) **ف** ہو من اجمع خصال المحققین الصوفیۃ فانہم یعتنون بالفرائض اشد اعتناء ومن عداہم اعتناءہم بالنوافل اشد من

**حدیث**۔ اللہ تعالی نے جس (عبادت) کو تجہپر فرض کیا ہے اوسکو اچھی طرح) ادا کر تو تمام آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جس چیز کو اللہ تعالی نے تجہپر حرام کیا ہے اوس سے پرہیز کر تو سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالی نے جتنا تیرا حصہ مقرر فرمایا ہے تو اوسپر راضی رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہوجائیگا **ف** یہ حدیث محققین صوفیہ کی

مجمع صفات صوفیہ

الفرائض لما فيه من الشهرة
عند الناس فيما بينهم ان الفرائض
يستوي فيها العوام والخواص
وكذلك يعتنون بالكف عن
المعاصي اكثر من اكتساب
الفضائل ومن سواهم يكون
اشتغالهم بالفضائل اكثر
لذلك السر بعينه من الشهرة
بين الناس لان الفضائل لها
صورة مشاهدة بخلاف ترك المعاصي
لكون هذه التروك عدمية وكذلك
ذكر فيه اساس غناهم من ۱۸
الرضى بقسم الله تعالى
لا ازدراءهم بنعم الله تعالى
كدأب المتكبرين۔

خصال کی جامع ترین ہے کیونکہ وہ
حضرات فرائض کا سخت اہتمام
کرتے ہیں اور دوسرے (غیر محقق)
لوگوں کا اہتمام نوافل میں فرائض
سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں
عوام میں زیادہ شہرت ہوتی ہے
اس خیال سے کہ فرائض میں تو عوام
وخواص سب برابر ہوتے ہیں (تو خواص
کا عوام سے کیا امتیاز ہوا) اسیطرح
محققین معاصی سے بچنے کا اہتمام
کسب فضائل سے زیادہ کرتے ہیں
اور دوسرے لوگوں کا اہتمام فضائل
میں زیادہ ہوتا ہے جس کا وہی راز
ہے کہ لوگوں میں اس سے زیادہ
شہرت ہوجاتی ہے کیونکہ فضائل کی

ایک صورت ہے جو مشاہدہ میں آتی ہے بخلاف ترک معاصی کے کہ اوسکی کوئی
صورت نہیں کیونکہ اون کے تروک عدمی ہے (جیسے غیبت نہ کرنا بدنگاہ نہ کرنا
برا خیال نہ لانا کہ سالہا سال بھی دوسرے کو ان کا پتہ نہیں لگتا بخلاف تسبیح تہلیل
ونوافل کے کہ اون کا سب مشاہدہ کرتے ہیں) اسی طرح اس حدیث میں محققین
کی غنا کی بنا بیان کی گئی ہے یعنی حق تعالی کی تقسیم پر راضی رہنا نہ کہ اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کا حقیر سمجھنا جیسے متکبرین کی عادت ہے (کہ اون کی غنا کی بنا تحقیر
نعم حق ہے جو کہ کفران ہے اسی لیئے یہ لوگ بڑی چیز سے ایسی مستغنی نہیں
ہوتے جیسے چھوٹی چیز سے استغنا ظاہر کرتے ہیں بخلاف عارفین محققین

کے کہ وہ جیسے بڑی چیز کی قدر کرتے ہیں ویسی چھوٹی چیز کی مگر طمع نہ اُس کی کرتے ہیں نہ اسکی)

**الحدیث** ادوا العزائم و اقبلوا الرخص و دعوا الناس فقد کفیتموھم (خط عن ابن عمر (ض) **ف** فیہ ارشاد الی مخ الاخلاق وھی اداء حقوق الناس علی نفسہ کملا واغضاء النظر عن حقوق نفسہ علی الناس وترک التعرض لھم ما لم یضطر فھو مخ الاخلاق مبانی الراحۃ الظاھرۃ والباطنۃ وھذہ الاخلاق کانھا جبلۃ فی الصوفیۃ

**حدیث** - دوسروں کے کامل حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق میں گِری درجہ بھی قبول کرلو اور لوگوں سے تعرض چھوڑدو ان خصال کی بدولت اون لوگوں سے کفایت کردیئے جاؤگے (یعنی تم کو کوئی شر نہ پہونچاوے گا)

**ف** - اسمیں اخلاق کا مغز بتلادیا گیا ہے یعنی لوگوں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں اون کو کامل طور پر ادا کرے اور اپنے جو حقوق دوسروں کے ذمہ ہیں - اون میں چشم پوشی کرے اور لوگوں سے کے اقوال وافعال و معاملات سے کوئی تعرض نہ کرے جب تک (حسًا یا شرعًا) ضرورت شدیدہ نہ ہو - سو یہ اخلاق بنا ہیں راحت ظاہری و باطنی کی اور یہ اخلاق صوفیہ میں مثل امور جبلی کے ہیں (اس سے فضیلت اِس جماعت کی ثابت ہوتی ہے)

**الحدیث** - اذا اتاک اللہ مالا فلیر علیک فان اللہ یحب ان یری اثرہ علی عبدہ حسنًا ولا یحب البؤس ولا التباؤس (تخ طب والضیاء عن زھیر بن ابی علقمۃ (صح)

**حدیث** - جب اللہ تعالیٰ تجکو مال عطا فرماوے تو تجھپر وہ مال نظر بھی آنا چاہئے - کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکو پسند فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کا اچھا اثر اپنے بندہ پر دیکھیں (اور باوجود وسعت

فی العزیزی قولہ البؤس ای التخشن فی الملبس وقولہ التباؤس ای اظہار التحزن للناس اھ **ف** فیہ تعلیم للنیۃ فی حسن الملبس ونہی للقادر علیہا ان یلبس ما یوہم الفقر والفاقۃ وھو مقید بالدلائل بارتفاع الموانع من التیہ والبطر بالملبس ومن یخاف علیہ ھٰذا یؤمر بالبذاذۃ ویصار فیہ الی حکم القلب السلیم کقلوب الکاملین

۲۰ وھو معنی قول الحفنی ومحلہ ان لم تکن تحت ید شیخ مرب لک لاجل ان یطہرک فالاولی لک حینئذ لبس الخشن فاذا طہر قلبک فالاولی لک لبس الثیاب الحسنۃ اھ وقد یرجح لبس الخشن للتواضع وعادات القوم فیہ مختلفۃ فمنہم من یلبس الحسن اظہارا للنعمۃ ومنہم من یلبس الخشن اختیارا للتواضع والکل ماجور بنیۃ ومتبع لسنۃ نبیہ ما

اختلاف العادات فی لبس الحسن والخشن بالنیۃ

مفلسانہ صورت کو اور (لوگوں کے سامنے) مفلسانہ صورت بنانیکو پسند نہیں فرماتے۔

**ف** اس میں تعلیم ہے کہ خوش لباسی میں کیا نیت رکھے (یعنی اظہار نعمت نہ کہ اترانا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا) اور اسمیں ایسے شخص کو جو کہ خوش لباسی پر قادر ہو اسکی ممانعت ہے کہ ایسا لباس پہنے جس سے شبہ ہو کہ یہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو اور اس حکم میں دوسرے دلائل سے یہ قید ہے کہ (خوش لباسی کے دوسرے) موانع بھی مرتفع ہوں مثلاً لباس پہنکر اسمیں تکبر و غرور کرنا اور جس شخص پر اس کا احتمال ہو اوسکو غیر مزین لباس پہننے کا حکم دیا جائے گا اور اس (کے فیصلہ) میں قلب سلیم کی طرف رجوع کیا جاوے گا (یعنی اس سے شہادت لیں گے) جیسے کاملین کے قلوب ہوتے ہیں اور یہی معنے ہیں علامہ حفنی کے قول کے (اس حدیث کے متعلق) کہ اس مضمون کا موقع اسوقت ہے جب تو کسی

(باقی آئندہ)

فلا تقع فی احد بالطعن والاعتراض

ایسے شیخ کی ماتحت نہو تو تیری تزکیہ کیلئے تیری تربیت کرتا ہو۔ (یعنی تو تربیت سے مستغنی ہوگیا ہو۔ اور خود قلب سلیم عطا ہوگیا ہو) کیونکہ ایسے وقت میں (یعنی جب تو شیخ سے مستغنی نہ ہوا ہو) تیرے لیئے اولیٰ یہ ہے کہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنے (تاکہ نفس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہوجاوے) پھر جب تیرا قلب (ان رذائل سے پاک ہوجاوے تو تیرے لیئے اولی یہ ہے کہ اچھا لباس پہنے اھ اور کبھی موٹے کپڑے پہننے کو تواضع کی وجہ سے ترجیح ہوجاتی ہے (اوسکی فضیلت دوسری حدیث میں آئی ہے) اور اس باب میں اہل طریق کی عادت مختلف ہے بعضے اچھا لباس پہنتے ہیں اظہار نعمت کی وجہ سے بعضے موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے ہیں تواضع اختیار کرنے کے لئے۔ اور ہر ایک کو اوسکی نیت پر اجر ملتا ہے اور سب سنت نبویہ کے متبع ہیں (جیسا اوپر گذرا کہ دونوں میں حدیث وارد
۲۱ ہے) پس تو کسی پر طعن و اعتراض مت کرنا۔

**الحديث** - اذا اتى علىّ يوم لا ازداد فيه علما يقربني الى الله تعالى فلا بورك لي في طلوع شمس ذلك اليوم (طس عد حل) عن عائشة (رض) **ف** دل على امرين احدهما وجوب الحرص على زيادة العلم فان الوعيد المفهوم من الدعاء بالشوم لا يكون الا على ترك الواجب ومن ثم ترى اهل الطريق لا يفارقون شيوخهم وان كانوا

**حدیث** جب مجھ پر کوئی ایسا دن آئے جس میں اپنے علم میں ترقی نہ کروں جو مجھکو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے تو اس دن کے طلوع شمس میں مجھکو برکت نصیب نہ ہو۔ **ف** یہ حدیث دو امر پر دلالت کرتی ہے ایک ترقی علم پر حرص کے واجب ہونے پر کیونکہ وعید جو بے برکتی کی دعا سے مفہوم ہو رہی ہے ترک واجب ہی پر ہوسکتی ہے اور اسی مقام سے تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ منتہی

منتہین فی الطریق حرصاً علی زیادۃ المعارف والثانی تعیین العلم المطلوب ہو مایزین فی القرب الی اللہ تعالیٰ وما عداہ ان کان خادماً لہ فہو ملحق بہ وان لم یکن خادماً فہو لیس بعلم۔

فی الطریق ہوکر بھی اپنے شیوخ سے (بلا ضرورت) جدا نہیں ہوتے بوجہ حرص زیادت علوم و معارف کے دوسرے علم مطلوب کی تعیین پر دلالت کرتی ہے اور وہ علم مطلوب وہ علم ہے جس سے قرب حق میں ترقی ہو اور اس کے ماسوا دوسرے علوم اگر علم مطلوب کے خادم ہوں تو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور اگر خادم نہ ہوں تو وہ علم نہیں۔

**الحدیث** اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ (ہ) عن ابن عمر البزار وابن خزیمۃ (طب عد ہب) عن جریر البزار عن ابی ہریرۃ (عد) عن معاذ وابی قتادۃ (ک) عن جابر (طب) عن ابن عباس وعن عبد اللہ بن ضمرۃ بن عساکر عن انس وعن عدی بن حاتم الدولابی فی الکنی وابن عساکر عن ابی راشد عبد الرحمن بن عبد بلفظ شریف قوم (صح) وفی روایۃ اذا اتاکم الزائر فاکرموہ ۲۲

**حدیث**۔ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آوے تو اوسکی عزت کرو۔ اور ایک روایت میں شریف کا لفظ آیا ہے۔

**ف**۔ اور ایسے لوگوں کا اکرام صوفیہ کی عادات میں سے ہے بدون فرق کے ایک آنے والے میں اور دوسرے آنے والے میں اور ظاہر طلاق الفاظ حدیث کا یہی ہے اور اسی اطلاق کو حفنی نے لیا ہے کہ کریم کی یہ تفسیر کی ہے یعنی کسی قوم کا شریف ہو

اکرام الوارد مطلقاً والکریم خصوصاً

(ہ) عن انس فی العزیزی قال الشیخ حدیث حسن **ف** وهو من عادات العوام من غیر فرق بین ان وان هو ظاهر الاطلاق وبالاطلاق اخذ الحنفی فی تفسیر الکریم ای شریفهم ولو کان فاسقا لانه ان لم یکرم حصل له حقد فیطلب اکرامه لدفع الضرر ولو کافرا حیث خیف الضرر من عدم اکرامه ولکن لک اذا اقتضت الحال اکرام مطلق الزائر۔

## الحدیث

- اذا احب الله عبدا ابتلاہ لیسمع تضرعه (هب فر) عن ابی هریرة (هب) عن ابن مسعود وکرم وسن موقوفا علیهما فی العزیزی وهو حدیث حسن لغیرہ۔ **ف** ومن فهم هذه الحکمة لم یسخط القضاء واشتغل بالدعاء لا کالمحجوب ذی التفریط یشکو ولا کالمغلوب ذی الافراط لا یدعو۔

کیونکہ اگر اس کا اکرام نہ کیا جاوے گا تو اسکو کینہ ہو جاوے گا۔ پس اس کا اکرام دفع ضرر کے لیئے مطلوب ہے اگرچہ وہ کافر ہو جہاں اس کا اکرام نہ کرنے سے ضرر کا خوف ہوا ہے اور اسیطرح اگر مطلق آنے والے کا اکرام کرنا مصلحت وقت ہو۔

**حدیث** جب اللہ تعالی کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اسکو (کسی مصیبت میں) مبتلا فرماتا ہے ۲۳ تاکہ اوس کے نالہ وزاری کو سنے

**ف** - اور جو شخص یہ حکمت سمجھ گیا وہ حکم قضا سے ناراض بھی نہ ہوگا اور دعا میں مشغول بھی ہوگا نہ اُسکی حالت محجوب کی طرح تفریط کی ہوگی کہ شکایت کرے اور نہ مغلوب الحال کی طرح افراط کی ہوگی کہ دعا بھی نہ کرے (یعنی ابتلاء کیوقت عوام محجوبین کی عادات بجائے رضا بالقضاء کے شکایت کی ہے اور یہ تفریط اور کوتاہی ہے حکم مطلوب میں اور خواص مغلوبین کی عادت یہ ہے کہ وہ دعا کو بھی خلاف تفویض سمجھتے ہیں اور یہ افراط اور غلو ہے گو وہ اسمیں غلبہ حال کے سبب معذور ہیں مگر تحقیق سے ضرور دور ہیں تحقیق یہ ہے

[illegible]

کہ دعا اور تفویض میں کچھ تنافی نہیں کیونکہ محقق عین دعا کی حالت میں اس پر بھی عازم ہے کہ اگر یہ حاجت پوری نہ ہوئی میں اس پر بھی راضی رہونگا تو دعا اور رضا دونوں جمع ہوگئے اور یہ عزم رضا بعدم الالحاح عزم بالمسئلۃ والالحاح کے جو کہ حدیث لیعزم المسئلۃ وحدیث ان اللہ یحب الملحین فی الدعا میں مامور بہ و مطلوب ہے نیز منافی نہیں ایک عزم حال پر ہے اور ایک عزم احتمال مآل پر ہے اور دونوں میں تصادم و تزاحم نہ ہونا ظاہر ہے خوب سمجھ لو)

۴۴ **الحدیث** - اذا احب اللہ عبدا قذف حبہ فی قلوب الملائکۃ واذا ابغض عبدا قذف بغضہ فی قلوب الملائکۃ ثم یقذفہ فی قلوب الآدمیین (حل عن انس) (ص) **ف** ھذہ اعظم علامۃ المحبوبیۃ والمغبوضیۃ عند اللہ تعالیٰ ویکون شان ھذا الحب والبغض عند الآدمیین کشانھما عند الملائکۃ بغیر توقع نفع او خوف ضرر ولا یعتد بما یکون لاجل نفع او ضرر

**حدیث** - جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اسکی محبت فرشتوں کے قلب میں ڈالدیتا ہے اور جب کسی بندہ سے بغض فرماتا ہے تو اسکا بغض فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ پھر وہی محبت یا بغض آدمیوں کے قلوب میں ڈالدیتا ہے۔ **ف** - یہ بڑی علامت ہے عنداللہ محبوب یا مبغوض ہونے کی اور اسی محبت اور بغض کی جو آدمیوں کے قلب میں ہوتی ہے شان ایسی ہوتی ہے جیسے فرشتوں کے قلوب میں ہوتی ہے۔ یعنی بدون توقع کسی نفع اور بدون خوف کسی ضرر کے (ایسی محبت یا بغض علامت ہے حب و بغض عنداللہ کی) اور جو محبت کسی نفع یا ضرر کے سبب ہو اس کا اعتبار نہیں (وہ اسکی علامت نہیں)

بعض علامات المحبوبیۃ والمبغوضیۃ عنداللہ تعالیٰ

**الحدیث** - اذا دخل اللہ الموحدین النار اماتھم فیھا

**حدیث** - جب اللہ تعالیٰ موحدین کو آتش دوزخ میں (داخل کریگا

(باقی آیندہ)

اماتۃً فاذا اراد ان یخرجھم
منھا امسھم الم العذاب تلک
الساعۃ (فر) عن ابی ھریرۃ
(م) **ف** ھذا من اعظم
المبشرات للمومنین المقویۃ
للرجاء لھم ومن ثم نری
القوم لا یحقرون احدًا من اھل
الایمان ولو کان مستوجبًا
للنار لان نارھم لیست
کنار اھل الکفر کما یشھد بہ
الحدیث نصًّا انھم یکونون
مرحومین فی عین العذاب
فیستحیون من تحقیر المرحومین
المرضیین عند اللہ تعالٰی
وفی الباب حدیث اٰخر
فی ھذا الکتاب فی کلمۃ
اما ولفظہ اما اھل
النار الذین ھم اھلھا
فانھم لا یموتون فیھا ولا یحیون
ولکن ناس اصابتھم النار
بذنوبھم فاماتتھم (ای النار)
او اماتھم (ای اللہ) اماتۃ
حتی اذا کانوا فحما اذن بالشفاعۃ

اُن کو اس میں موت دے دیں
گے پھر جب اُس سے نکالنے
کا ارادہ کریں گے اُس وقت
اُن کو عذاب کی تکلیف پہونچا
دیں گے **ف** یہ حدیث
مومنین کے لئے بڑی
بشارت ہے جو اُن کے
لیئے رجاء کو قوت دیتی ہے
اور اسی وجہ سے تم صوفیہ
کو دیکھتے ہو کہ اہل ایمان
میں سے کسیکو حقیر نہیں
٢٥ سمجھتے اگرچہ وہ (گناہوں کے
سبب) مستحق نار ہی کا ہو
کیونکہ اُن کی نار اہل کفر کی
سی نار نہ ہوگی جیسا کہ یہ
حدیث تصریحًا اس پر
شاہد ہے کہ مومنین
عین عذاب کی حالت
میں بھی مرحوم ہوں گے
تو یہ حضرات
ایسے لوگوں کی تحقیر
سے شرماتے ہیں
جو مرحوم ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ

الحدیث (حم م ہ عن ابی سعید) وفی الحاشیۃ للحفنی فان قیل ما فائدۃ مکثھم فی جھنم مع عدم العذاب فی مدۃ الاقامۃ اجیب بان فیہ حبسھم عن التنعم فی الجنۃ فی ھذہ المدۃ اھ

(گو پسندیدہ ہوں۔ اور اس مضمون کی ایک اور حدیث بھی ہے جو اسی کتاب میں مسلم ومسند احمد وابن ماجہ سے مروی ہے جو عربی حصہ میں مع فوائد لکھدی ہے)

**الحدیث** اذا اراد اللہ بعبد خیراً عاتبہ اللہ فی منامہ (فر) عن انس (رض) **ف** دل علی کون بعض الشر من الرؤیا خیراً للعبد حیث یستدل بھا علی صدور معصیۃ منہ فیتوب فتکون خیراً لہ ومن ثم تری العارفین یرون کل واقعۃ غیر اختیاریۃ حکمۃً ورحمۃً وینتفعون بھا۔

**حدیث**۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُسکو خواب میں عتاب فرماتے ہیں (یعنی اُسکو خواب میں کوئی پریشان واقعہ دکھلا دیتے ہیں) **ف** یہ حدیث اسپر دال ہے کہ بعضا برا خواب بھی بندہ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔ چونکہ اُس سے استدلال ہوتا ہے کہ اس شخص سے کوئی معصیت صادر ہوگئی ہے سو وہ اُس سے توبہ کرلیتا ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اُس کے لیے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ ہر غیر اختیاری واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے ہیں اور اُس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

کبھی برا خواب اچھا ہوتا ہے ۲۶

**الحدیث**۔ اذا اردت ان یحبک اللہ فابغض الدنیا واذا اردت ان یحبک الناس

**حدیث**۔ جب تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کریں تو دنیا کو مبغوض رکھ اور جب چاہے کہ لوگ تجھسے

فما كان من فضولها فانبذه
اليهم (خط) عن ربعی
بن حراش مرسلا (رض)
**ف** وهذا الاثر من
حب الناس فی هذا الفعل
من نبذ فضول الدنيا
مشاهد ای مشاهد۔
**الحديث**۔ اذا احب
الله عبدا لم يضره ذنب
(الديلمی) **ف** ليس معناه
انه يذنب ولا يضره
كما ادعى الاباحية بل المعنى
انه لا يصدر عنه الذنب
فيضره وان صدر احيانا
يتوب ويستغفر فينتفی
ضرره ومن هذا الباب
حديث اعملوا ما شئتم
فقد غفرت لكم (متفق
عليه كذا فی المشكوة
باب جامع المناقب)
ولفظ المغفرة نص فی كون
الذنب ذنبا ولو كان
مباحا لكان حق العبارة

محبت کریں تو زائد دنیا کو اُن ہی
کی طرف پھینک دو۔ **ف** اس
فعل میں یعنی فضول دنیا
کے ترک میں یہ اثر ہونا
یعنی لوگوں کے قلوب
میں محبت ہو جانا بالکل شاہد
ہے اور شاہد بھی کس درجہ کا۔
**حدیث**۔ جب اللہ تعالے
کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے
اُسکو گناہ ضرر نہیں پہونچا
سکتا۔ **ف** اس کا یہ
مطلب نہیں کہ وہ گناہ تو کرتا ہے
مگر وہ اسکو مضر نہیں ہوتا (اسطرح
سے کہ وہ اس کے لیے مباح ہو جاتا
ہے) جیسا فرقہ اباحیہ اس طرف
گیا ہے (کہ کاملین ایسے درجہ
پر پہونچ جاتے ہیں کہ اون کے
لیے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے
نعوذ باللہ منہ) بلکہ مراد یہ ہے
کہ اُس سے گناہ ہی نہیں ہوتا
جس سے ضرر ہو اور اگر احیاناً
صادر ہو جاتا ہے تو وہ توبہ اور
استغفار کر لیتا ہے جس سے

۲۷

فقد البحث لکم او احللت لکم اس کا ضرر محو ہو جاتا ہے۔ اور اسی باب سے یہ حدیث ہے (اہل بدر کے خطاب میں) کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی اس میں لفظ مغفرت نص ہے کہ گناہ گناہ رہتا ہے (جب ہی تو مغفرت اس سے متعلق ہوتی ہے) اور اگر گناہ مباح ہو جاتا تو عبارت کا حق یہ تھا کہ میں نے مباح کر دیا یا حلال کر دیا +

کون النور فی تقلیل الطعام ۲۸

الحدیث - اذا اقل احدکم الطعم ملئ جوفہ نورًا (الدیلمی) ف وھذا مشاھد لا یشك فیہ وھو من العادات العامۃ للقوم الا لعارض والمراد بالقلۃ ما لا یعجز معہا عن اداء الحقوق المطلوبۃ للہ تعالی او للعباد۔

حدیث - جب تم میں کوئی شخص کھانے میں تقلیل کرتا ہے تو اسکا باطن نور سے بھر جاتا ہے ف اور یہ امر ایسا مشاہد ہے جس میں شک ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تقلیل طعام صوفیہ کے عادات عامہ سے ہے مگر کسی خاص عارض کے سبب (اس کے خلاف ہو جاتا ہے) اور مراد قلت سے وہ درجہ مراد ہے جس میں ادائے حقوق مطلوبہ سے خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں عاجز نہ ہو جائے (اور سعدیؒ نے گویا اسیکا ترجمہ کیا ہے ؎

اندرون از طعام خالی دار | تا در و نور معرفت بینی

الحدیث - اذا اکلتم فافضلوا (الدیلمی) ف وفیہ من المصالح ما لا یخفی وادقہا ان فیہ راحۃ لمہدی الطعام وقطع توھمہ ضیفا کان او خادما من اھل البیت

حدیث - جب تم کھانا کھاؤ تو کچھ بچا دو - ف اور اسمیں جو مصلحتیں ہیں ظاہر ہیں اور بڑی دقیق مصلحت یہ ہے کہ اس میں کھانا پیش کرنے والی کی راحت ہے اور اس کے اس وہم کا قطع کرنا ہے۔

(باقی آیندہ)

اوغیرھم بقاء الحاجۃ الی الطعام وھذا من لطف الاخلاق والحمد للہ الذی الھمنی رعایۃ ھذا الخلق من سالف الزمان علی موافقۃ ھذا الخاطر الحدیث وما ورد من لحس القصعۃ فمحلہ ما اذا لم یکن مصلحۃ فی ابقاء الطعام ولم یبق فیہ معتدا ر معتد بہ من الطعام

کہ کہیں کہانیکی حاجت نہ رہ گئی ہو۔ خواہ وہ پیش کرنے والا میزبان ہو یا کوئی خادم ہو گھر والوں میں سے یا کوئی دوسرا اور یہ نہایت لطیف خلق ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ کی جس نے اس خلق کی رعایت قدیم زمانہ سے میرے قلب میں القا فرما رکھی ہے اس پر حمد کرتا ہوں کہ یہ میرا خیال حدیث کے موافق ہو گیا اور حدیث میں جو برتن چاٹنے والے کی فضیلت آئی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب چھوڑنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اور برتن میں کوئی معتد بہ مقدار طعام کی باقی نہ ہو +

**الحدیث** (ج) اذا تاب العبد انسی اللہ الحفظۃ ذنوبہ وانسی ذلک جوارحہ ومعالمہ من الارض حتی یلقی اللہ ولیس علیہ شاھد من اللہ بذنب ابن عساکر عن انس (رض) **ف** مدلول الحدیث ظاھر ویمکن ان یوخذ منہ بالقیاس ما نقل عن بعض العارفین ان من علائم قبول التوبۃ نسیان العبد الذنب فان القلب الذی یتذکر الذنب کالجوارح کما فسروا بہ قولہ تعالیٰ ان السمع والبصر

۲۹ حدیث۔ جب بندہ توبہ (خالص) کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (ملائکہ) حافظین اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اسکے جوارح کو بھی (بھلا دیتا ہے) اور زمین کے نشانات کو بھی بھلا دیتا ہے (یعنی جسجگہ وہ معصیت کی تھی جو قیامت میں گواہی دیتی) یہانتک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوتا۔

**ف** مدلول حدیث کا ظاہر ہے

والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا ای کل واحد من ہذہ الاعضاء کان عنہ ای عما انسب الیہ مسؤلا لیشہد علی صاحبہ (تیسیر الرحمن) ہذا ہو السر فی الاٰخرۃ واما السر فی الدنیا فہو ان تذکر الذنب قد یکون حجابا طبعیا من التوجہ الی اللہ تعالٰی لانشراح فینسیہ اللہ تعالٰی ایاہ وعندی ان ہذا لیس بلازم ولا دائم فان
۴۰ بعضہم یغلب عقلہ علی الطبع فلا یمنعہ الذکر عن التوجہ. فہذہ العلامۃ لبعض افراد القبول لا لجمیعہا۔

اور اس حدیث سے اس مضمون کو بھی بطور قیاس کے جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ منجملہ علامات قبول کے توبہ یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کو بھول جا ہے۔ کیونکہ قلب جس سے گناہ یاد رہتا ہے وہ بھی مثل جوارح کے ہر جیسا مفسرین نے اِس آیت کی تفسیر میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان سے سوال ہوگا تاکہ یہ صاحب اعضا پر شہادت دیں (تو شاہدوں میں قلب بھی داخل ہوگیا تو قلب سے بھی گناہ کو بھلا دیا جاتا ہے) اور یہ راز تو آخرت میں ہے اور دنیا میں اسکا یعنے بالخصوص قلب سے بھلا دینے کا یہ راز ہے کہ گناہ کا یاد ہونا بعض اوقات بعض سالکین کے لیئے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے طبعی حجاب ہوجاتا ہے (اور حکمت الٰہیہ کبھی بعض کی مصلحت سے طبعی حجاب کو بھی رفع فرما دیتی ہے) اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ (بھول جانا) نہ لازم ہے نہ دائم ہے کیونکہ بعض سالکین کی عقل طبیعت پر غالب ہوتی ہے تو ایسے شخص کو یہ یاد ہونا توجہ سے مانع نہیں ہوتا پس یہ علامت بعض افراد قبول کی ہے نہ کہ سب کی (توبہ یہ ممکن ہے کہ نسیان ہوجاوے اور توبہ قبول نہ ہو بلکہ نسیان بوجہ غفلت کے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ توبہ قبول ہوجاوے اور نسیان نہ ہو۔ بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار

کرکے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے)

**الحدیث** اذا تناول احدکم عن اخیہ شیئا فلیرہ ایاہ (د) فی مراسیلہ عن ابن شھاب (قط) فی الافراد عنہ عن انس بلفظ اذا نزع (ح) و معنی تناول اخذ من بدنہ او ثوبہ نحو قذاۃ کذا فی العزیزی وفی حاشیۃ الحفنی لیکون سببا فی المحبۃ لانہ اذا لو یرہ ربما توھم انہ یسخر بہ **ف** فیہ من دقیق الرعایۃ مالا یخفی وامثال ھذہ الرعایۃ کانھا من الطبعیات للقوم۔

**حدیث**۔ جب کوئی شخص اپنے بہائی (مسلمان) کے کپڑے یا بدن سے کوئی چیز (ہٹانے کے لئے) لے (جیسے کوئی تنکا وغیرہ بال میں لگ جاتا ہے اور دوسرا اُسکو نکال دیتا ہے) تو چاہئے کہ اُسکو وہ چیز دکہلا دے اور ایک روایت میں لینے کی جگہ یہ ہے کہ جب کوئی (ایسی چیز) دور کرے۔ اور لینے کے معنے یہ ہیں کہ اوس کے بدن یا کپڑے پر سے تنکا وغیرہ الگ کردے اسی طرح ہے شرح عزیزی میں (جیسا اوپر بیان کیا گیا) اور حفنی کے حاشیہ میں (اُسکی ۱۳۱

حکمت یہ بیان کی گئی) ہے تاکہ محبت کا سبب ہو کہ جب وہ دیکہے گا نہیں بعض اوقات اُسکو شبہ ہوگا کہ میرے ساتہ تمسخر کرتا ہے (یعنی دیکھکر تو سمجھیگا کہ اُسکو میرا اتنا خیال ہے کہ میری ذرا سی بدنمائی بہی اُسکو گوارا نہیں اُس کے ازالہ کا اہتمام کرتا ہے اور اس کا موجب ازدیاد محبت ہونا ظاہر ہے ورنہ بے دیکھے شبہ ہوسکتا ہے کہ میرے بدن یا کپڑے کو توجہکر میرے ساتہ دل لگی کرتا ہے **ف** اس حدیث میں (اپنے رفیق کے خدمات کی) کس قدر رعایت ہے جیساکہ ظاہر ہے اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں (کسی وقت

غفلت یا کوتاہی نہیں ہوتی )

**الحدیث** اذا جاء الموت لطالب العلم وھو علیٰ ھذہ الحالۃ مات وھو شھید (البزار عن ابی ذر وابی ھریرۃ رض)

**ف** العلم ای الدینی یشمل جمیع انواعہ فدخل فیہ علم اصلاح الباطن فدل الحدیث علی ان المشتغل بہ لو مات فی اثناء السلوک کان لہ اجر الکامل وھو مدلول کونہ شھیدا لان الشھید ھو الکامل فی القوۃ العملیۃ کما ان الصدیق ھو الکامل فی القوۃ العلمیۃ ۳۲

**حدیث**۔ جب کسی طالب علم کو طالب علمی کی حالت میں موت آجاوے تو وہ شہید ہوکر مرتا ہے **ف** علم (یعنی دینی) اپنے جمیع انواع کو شامل ہے اس میں اصلاح باطن کا علم بھی آگیا پس حدیث اسپر دال ہے۔ کہ اوس میں جو شخص مشغول ہو اگر وہ اثنائے سلوک میں مر جاوے اوسکو کامل اجر ملتا ہے اور شہید ہونیکا یہی مدلول ہے۔ کیونکہ شہید کی حقیقت یہی ہے جو قوت عملیہ میں کامل ہو۔ جیسا صدیق وہ ہے جو قوت علمیہ میں کامل ہو۔

**الحدیث**۔ اذا حاک فی نفسک شئ فدعہ (حم حب ک) عن ابی امامۃ ف العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح **ف** دل بصریحہ علی ما قال القوم انہ لا یکتفی فی العمل بالفتوے بل یترک ما حاک فی النفس وان افتی باباحتہ وھذا فی الترک

**حدیث**۔ جب تیرے جی میں کوئی چیز کھٹکے تو اوسکو چھوڑ دے **ف** حدیث صراحۃً صوفیہ کے اُس قول پر دلالت کرتی ہے کہ عمل میں محض فتوی پر اکتفا نہ کرے بلکہ جو چیز دل میں کھٹکے اسکو بھی چھوڑ دے اگرچہ فتوے اُسکی اباحت کا ہوجاوے اور یہ ترک میں

(باقی آیندہ)

كما دل عليه صريح اللفظ لا في الفعل فما افتى بتركه لا يفعله وان شهد القلب باباحته فلا مساغ فيه للخليع المدعي للطريق۔

جیسا کہ حدیث کے صریح الفاظ اسپر دال ہیں اور یہ فعل میں نہیں پس جس چیز کے ترک کا فتوی دیا جائے اوسکو فعل میں نہ لاوے اگرچہ قلب آسکے جائز ہونیکا فتوی دیتا ہو پس (اس تفصیل کے بعد) حدیث میں ایسے شخص کو گنجایش نہیں جو (شریعت سے) آزاد (اور) طریق کا مدعی ہے (جو یوں کہتے ہیں کہ دیکھو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے علاوہ جائز ناجائز کا میار کوئی اور چیز ہے کہ اُس کے سامنے فتوی بھی معتبر نہیں وجہ گنجایش نہ ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں حلال میں احتیاط کی گئی ہے حرام میں وسعت نہیں دیگئی اور احتیاط خود مقاصد شرع سے ہے تو شریعت کا حجت نہ ہونا اس سے کیسے معلوم ہوا خوب سمجھ لو)

۳۳ **الحديث**۔ اذا حسدتم فلا تبغوا واذا ظننتم فلا تحققوا واذا تطيرتم فامضوا وعلى الله فتوكلوا (عد) عن ابى هريرة (رض) ومعنى لا تبغوا لا تجاوزوا الحد بان تسعوا فى زوال نعمة المحسود ومعنى لا تحققوا اى بالتجسس واتباع موارده ومعنى فامضوا اى لا يلتفت احدكم الى ذلك وامضوا لقصدكم كذا فى العزيزى والحفنى ويحتمل ان يكون معنى لا تحققوا اى لا تتيقنوا ويستثنى من التجسس تجسيس

**حدیث**۔ جب تمکو کسی سے حسد پیدا ہو تو حد سے مت نکلو۔ اور جب تمکو (کسی سے) بدگمانی پیدا ہو تو درپے تحقیق مت ہو اور جب تمکو کسی کام میں بدشگونی کا خیال پیدا ہو تو (اُس کام کو) کرگذرو (یعنی اُس سے رکو نہیں) اور اللہ تعالے پر توکل کرو۔ اور حد سے نہ نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ محسود کی نعمت کے زوال میں سعی مت کرو اور درپے تحقیق نہ ہونیکا مطلب یہ ہے کہ (اُس واقعہ کا) تجسس مت کرو اور اُس شخص کی آمد ورفت کے

اهل الشر والفساد **ف** في الحديث
تصريح بان العبد غير مكلف
بالامور الغير الاختيارية فلا يهمه
تلك الامور وانما هو مكلف بالامور
الاختيارية فالحسد والظن
والوسوسة والتطير امور غير اختيارية
فلم يأمر صلى الله عليه وسلم بقلعها
من النفس انما امر بان لا يعمل
بمقتضى هذه من البغي والتحقق
والكف عن الفعل المقصود
وهذه المسئلة كانها نصف
۳۴ السلوك فتفكر وتشكر

ف: لا يهتم بالامور الاختيارية ويهتم بالامور الغير الاختيارية

مواقع کی تلاش مت کرو اور اُس
کام کو کر گزرنیکا مطلب یہ ہے کہ
اُس بدشگونی کی طرف التفات
مت کرو اور اپنے مقصود کو کر گذرو
شرح عزیزی اور حاشیہ حنفی میں
اسی طرح ہے اور لا تحققوا کے معنی
(جو کہ بدگمانی کے متعلق فرمایا ہے)
یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اُس بدگمانی
کو (محقق اور) یقینی مت سمجھو اور اس
تجسس سے اشرار و مفسدین کے
حالات کا تجسس مستثنیٰ ہے۔
**ف**۔ اس حدیث میں تصریح ہے
کہ بندہ امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں سو ایسے امور سے فکر میں پڑنا چاہیے (مثلاً یہ کہ حسد کا خیال کیوں پیدا ہوا اور یہ بدگمانی کیوں پیدا ہوئی اور بدشگونی کیوں پیدا ہوئی) بلکہ صرف امور اختیاریہ کا مکلف ہے (اور وہ امور اختیاریہ ان امور غیر اختیاریہ کے مقتضا پر عمل کرتا ہے) پس حسد اور بدگمانی۔ اور وسوسہ بدگمانی کا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ ان چیزوں کا نفس سے ازالہ کرنا چاہئے صرف یہ حکم فرمایا کہ ان کے مقتضا پر یعنی تجاوز عن الحد اور تحقق ظن اور ترک فعل مقصود پر عمل نہ کیا جائے اور یہ مسئلہ گویا نصف سلوک ہے پس غور کرو اور شکر کرو۔

**الحديث**۔ اذا حدثتم
الناس فلا تحدثوهم بما يفزعهم

**حدیث**۔ جب تم لوگوں سے
بات کرو ایسی بات مت کرو جو اُنکو

للدیلمی **ف** الفزع عام للدنیوی بان یوقع السامعین فی الهول والقلق بلا ضرورة وللدینی بان یکون ظاهرہ مخالفا للدین فیقعون فی الوحشة والتحیر او فی الضلال ان صدقوا او فی التضلیل ان کذبوا وفیہ رد علی من نقل من نکات التصوف ما لا یبلغہ فہم السامعین کدیدن المدعین الذین یطلبون الجاہ والشہرة بین العوام ویرونہم انہم یعلمون ما لا یفہم احد۔

پریشانی میں ڈالے۔ **ف** یہ پریشانی عام ہے خواہ دنیوی ہو اس طرح سے کہ سننے والوں کو ہول اور اضطراب میں ڈالدے بلا ضرورت خواہ دینی ہو اس طرح سے کہ وہ بات ظاہراً دین کے خلاف ہو تو سننے والے یا تو وحشت اور حیرت میں پڑیں گے (اگر نہ تصدیق کی نہ تکذیب کی) یا ضلال میں پڑیں گے اگر تصدیق کی یا تضلیل میں پڑیں گے اگر تکذیب کی اور اس حدیث میں ایسے شخص ۳۵
پر رد ہے جو ایسے نکات تصوف بیان کرے جہاں سامعین کی فہم کی رسائی نہو جیسے مدعیوں کا شیوہ ہے جو جاہ اور شہرت بین العوام کے طالب ہیں عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ وہ ایسی باتیں جانتے ہیں جن کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

**الحدیث**۔ اذا خاف اللہ العبد اخاف اللہ منہ کل شئ واذا لم یخف العبد اللہ اخافہ اللہ من کل شئ (عق) عن ابی ہریرة (ض) **ف** وہذا مشاہد فی القوم یخافہم کل الناس حتی الامراء والسلاطین مرجون

**حدیث**۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالے سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہر چیز کو خائف کر دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالے اسکو ہر شئے سے ڈراتا ہے **ف** اور اس امر کا صوفیہ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ اون سے سب لوگ ڈرتے

ان یکون عندھم شیٔ مما یخاف منه
ولا یخافون احدًا
سامان خوف کا ہو۔

**الحدیث**۔ اذا خفیت
الخطیئة لا تضر الا صاحبها
واذا ظہرت فلم تغیر ضرت
العامة (طس) عن ابی ھریرۃ
(ح) **ف** ظاہر الحدیث یرد
علی القوم حیث یامرون
الطالبین باظہار عیوبہم وفیہا
ذنوبہم والحدیث یدل علی
ان خفاھا اسلم من ظہورھا
والجواب ان المنکر ھو الاظہار
من غیر مصلحة واما الاظہار
بضرورۃ المعالجة فمطلوب
لانه مقدمة المطلوب
ھو المعالجة کما ان کشف
العورۃ نُہی عنه بلا ضرورۃ
ویؤذن فیه عند الطبیب
بضرورۃ المعالجة ویؤیدہ
قوله صلی الله علیه وسلم لعائشة
فی قصة الافک یا عائشة
انه بلغنی عنک کذا وکذا

کشف الحقیقة عن ستر الخطیئة واظہارہا ۳۶

ہیں حتی کہ امرار اور سلاطین بھی بدون
اس کے کہ اون کے پاس کوئی
سامان خوف کا ہو۔

**حدیث**۔ جب گناہ مخفی رہتا ہے
صرف کرنے والے ہی کو مضر ہوتا
ہے اور جب ظاہر ہوجاوے پھر
متغیر نکیا جاوے تو پھر سب کو
مضر ہوتا ہے (کیونکہ اطلاع کے
بعد اوسپر نکیر واجب تھی اور ترک
واجب سے گناہ ہونا ظاہر ہے)
**ف** ظاہر حدیث سے صوفیہ
پر اعتراض ہوتا ہے کہ وہ طالبین
کو حکم دیتے ہیں کہ (ہمارے
سامنے) اپنے عیوب ظاہر کریں
اور ان عیوب میں اُن کے گناہ
بھی ہوتے ہیں۔ اور حدیث اسپر
دال ہے کہ اون کا مخفی رہنا بہ نسبت
ظاہر ہونے کے اسلم ہے اور جواب
یہ ہے کہ منکر وہ اظہار ہے جسمیں
کوئی مصلحت نہ ہو باقی جو اظہار (شیخ پر)
مصلحت معالجہ کے لیئے ہو وہ مطلوب
ہے کیونکہ وہ مقدمہ ہے مطلوب کا
اور یہ مطلوب معالجہ ہے جیسے ستر کھولنے

(باقی آیندہ)

فان كنت بريئة فسيبرئك الله
وان كنت ألممت بذنب فاستغفري
الله وتوبي اليه مع قولها في
الجواب لئن قلت لكم بريئة
لا تصدقوني ولئن اعترفت لكم
بامر والله يعلم اني منه بريئة
لتصدقني - رواه البخاري وجه
التائيد ان عائشةؓ فهمت من
قوله صلى الله عليه وسلم ان
كنت ألممت بذنب فاستغفري
الله ان تعترف وتتوب بدليل
قولها لئن اعترفت ولم ينكر
صلى الله عليه وسلم على هذا
الفهم حيث لم يقل اني ما اردت
الاعتراف بل محض التوبة
ولو خفيا فالتجسس نوعان نوع
يكون المقصود منه الاطلاع
على العيوب للتحقير والافتضاح
وهو المنهي عنه ونوع يكون
لمصلحة من اصلاح اخيه او دفع
مضرة عن نفسه وهو غير منهي
فافهم

بلا ضرورت ممانعت ہے اور ضرورت
کے وقت بضرورت معالجہ طبیب کے
روبرو اجازت ہے اور اس کی تائید
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
سے ہوتی ہے جو آپ نے حضرت عائشہؓ
سے قصہ افک میں فرمایا تھا کہ اے عائشہ
مجھکو تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہونچی ہے۔
سو اگر تم بری ہو تو بہت جلد اللہ تعالےٰ
تمکو بری فرماوینگے اور اگر کسی گناہ میں آلودہ
ہوگئی ہو تو اللہ تعالےٰ سے استغفار
اور توبہ کرلو اور اس کے ساتھ حضرت
عائشہؓ کا جواب میں یہ کہنا کہ اگر میں آپ ۴۷
لوگوں سے یہ کہدوں کہ میں بری ہوں
تو تم لوگ مجھکو سچا نہ سمجھوگے اور اگر
کسی بات کا تمہارے سامنے اقرار کرلوں
حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس
سے بری ہوں تو تم سچا سمجھوگے (کیونکہ
آپ لوگوں کے دل میں شبہ جم گیا ہے)
روایت کیا اس کو بخاری نے وجہ تائید
کی یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اگر
کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہو تو اللہ تعالےٰ
سے استغفار کرلو یہ سمجھیں کہ اقرار کرکے توبہ کرو جس کی دلیل اُن کا یہ قول ہے کہ اگر میں اقرار

کروں الخ اور آپ نے اُنکے اس سمجھنے پر نکیر نہیں فرمایا چنانچہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری مراد اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ محض توبہ کر لینا ہے اگرچہ خفیہ ہی ہو سو تجسس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس سے مقصود محض دوسرے کے عیوب کی اطلاع حاصل کرنا ہو تاکہ اس کی تحقیر کرے اور اُسکو فضیحت کرے اور یہی ہے جس سے ممانعت آئی ہے اور ایک وہ جو کسی مصلحت سے ہو مثلاً صاحب عیب کی اصلاح یا اپنے نفس سے مضرت رفع کرنا اور یہ مذموم نہیں خوب سمجھ لو۔

۳۸ **الحدیث** اذا دخل احدکم علی اخیه فهو امیر حتی یخرج من عنده (عد) عن ابی امامة رض

**ف** فیه الادب للضیف حیث یکون تابعا للمضیف لا یتامر علیه و لا یخالفه فان صاحب المنزل ادری بمصلحة المنزل فی سائر المعاملات و المعاشرات و هذا کالامر الطبعی للقوم فهم اتباع الناس للسنة و اما اکثر اهل الظاهر فلا یخطر ببالهم هذه الدقائق فیوذون الناس

[illegible]

**حدیث** جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس جائے تو وہ (گھروالا) اس جانیوالے پر حاکم ہے یہانتک کہ اُس کے پاس سے واپس آجاوے

**ف** اسمیں مہمان کا ادب (بتلایا گیا) ہے کہ اس کو میزبان کا تابع ہوجانا چاہئے اُس پر نہ فرمائش کرے اور نہ اس کی مخالفت کرے اس لئے کہ گھروالا مقامی مصلحتوں کو تمام معاملات و معاشرات میں زیادہ جانتا ہے اور یہ (ادب) صوفیہ میں مثل طبع کے ہے سو یہ حضرات سنت کے متبع ہیں رہا اکثر اہل ظاہر سو ایسی باریک باتیں اُنکے ذہن میں بھی نہیں آتیں اس لئے اُن سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

**الحدیث** اذا دخل احدکم الی القوم فاوسع له فلیجلس فانما هی کرامة من الله اکرمه بها اخوه المسلم فان لم یوسع له

[illegible]

**حدیث** جب تم میں کوئی شخص کسی قوم کے پاس جاوے اور اُس کے لئے جگہ کشادہ کر دی جاوے تو اُس جگہ بیٹھ جاوے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی

فلينظر او سعها مكانا فيجلس فيه
(الحرث عن ابی شيبة الخدری)
فی العزيزی حديث حسن **ف**
فيه تعليم التوسط فی امثال هٰذه
الامور بين الافراط من الحرص
علی التصدير والتعاظم كما هو
داب علماء الدنيا وبين التفريط
من عدم قبول اكرام اخيه و
الاصرار علی التسفل فی المجلس كما
هو داب الغلاة فی التواضع من
اهل الطريق فان فيه كسر قلب
۳۷ المسلم وتحقيره حيث رد اكرامه

طرف سے ایک عزت دی ہوئی ہے جس
سے اُسکے مسلمان بھائی نے اس کی عزت
کی ہے وہاں بیٹھنے میں تکلف نکرے)
اور اگر اُس کو جگہ نہ دیجاوے تو جس جگہ
وسعت ہو بیٹھ جاوے (اور اس کی
کوشش نہ کرے کہ ممتاز ہی جگہ بیٹھے)
**ف** اس میں تعلیم ہے ایسے امور میں
توسط کی کہ نہ افراط کرے اس طرح کہ صدر
اور بڑا بننا چاہے جیسا علماء دنیا کی عادت
ہے (کہ معمولی جگہ بیٹھنے کو خلاف شان سمجھتے
ہیں) اور نہ تفریط کرے اسطرح سے کہ اپنے
بھائی کے اکرام کو قبول نہ کرے اور پست
ترین جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے جیسا اُن اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے
ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دلشکنی ہے اور اسکی اہانت ہے کہ اُس کے اکرام کو رد کردیا۔

الدعاء للكافر بالنفع الدنيوی

**الحديث** اذا دعوتم لاحد
من اليهود والنصاری فقولوا
اكثر الله مالك وولدك (عد و
ابن عساكر) عن ابن عمر (رض)
فيه جواز الدعاء للكافر بمنافعه
الدنيوية لا بالمغفرة ونحوها
من المنافع الاخروية ونری الاكابر
من القوم لا يمسكون فی الدعاء
لمن يطلب منهم من الكفار

**حدیث** جب تم کسی یہودی نصرانی
کے لئے دعا کرو تو یوں کہدیا کرو کہ اللہ
تعالیٰ تیرے مال اور اولاد میں کثرت
کرے **ف** اسمیں کافر کے لئے دنیوی
نفع کی دعا کرنے کی اجازت ہے مگر
مغفرت وغیرہ منافع اخرویہ کی اجازت نہیں
اور ہم اکابر اہل طریق کو دیکھتے ہیں کہ اگر
کوئی کافر اُن سے دعا چاہتا ہے تو
اُس کے لئے ایسی دعا کرنے میں تنگی

بنحو هذه المنافع الدنیویة۔
سند موجود ہے)

**الحدیث** ج اذا ذکرتم باللّٰه فانتهوا البزار عن ابی سعید المقبری مرسلا قال العزیزی وروی مسندا عن ابی هریرة وهو حدیث ضعیف وقال فی معنی الحدیث اذا ذکرکم بی عبد الله وقد عزمتم علی فعل معصیة فانتهوا ای کفوا عن فعلها او معناه عندی انکم اذا اردتم الشدة باحد من الضرب ونحوه وناشدکم باللّٰه ان ترفقوا به وتعفوا عنه فکفوا عن الشدة به ویتایید بما ورد صریحا اذا ضرب احدکم خادمه فذکر الله فارفعوا ایدیکم وهو مذکور فی الجامع الصغیر برمز (ت) عن ابی سعید (ض)

**ف** دل الحدیث علی التفسیر الاول علی ان الناصح لا تنتظر وانه انه یکون اکبر قدرا بل یجب قبول النصح عن کل احد ولو کان صغیرا وحقیرا حیث اطلق المذکر وذکر التذکیر مبنیا للمفعول ودل علی

نہیں کرتے (تو اُنکے اس فعل کی حدیث میں سند موجود ہے۔

**حدیث**. جب تمکو کوئی شخص اللہ تعالے کو یاد دلاوے تو تم رک جاؤ عزیزی نے حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ جب تمکو کوئی اللہ تعالیٰ کی وعید یاد دلاوے اور تم نے کسی گناہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو تم اُس گناہ کے کرنے سے رک جاؤ اور میرے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ جب تم کسی کے ساتھ سختی کا مثلاً مارنے وغیرہ کا ارادہ کرو اور وہ شخص تمکو خدا کا واسطہ دے کہ اس سے نرمی کرو اور معاف کردو تو تم اُسکے ساتھ شدت کرنے سے رُک جاؤ۔ **ف** پہلے معنی کے اعتبار سے حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ناصح میں یہ نہ دیکھو کہ وہ مرتبہ میں بڑا ہی ہو (تب تم اُس کا کہنا مانو) بلکہ ہر شخص کی نصیحت کو قبول کر لینا واجب ہے اگرچہ (رتبہ میں) چھوٹا اور حقیر ہی ہو۔ (یہ نہیں کہ اس کا کہنا ماننے سے عار کرو) کیونکہ حدیث میں یاد دلانے والے کو مطلق کہا ہے اور یاد دلانے کو مجہول کا صیغہ

(باقی آئندہ)

التفسیر الثانی علی ان مقتضی الادب مع اللّٰہ الکف عن المباح الغیر الضروری اذا ذکر کم احد باللّٰہ و کل من الخصلتین کانہ من الامور الطبیعۃ للقوم فللّٰہ درھم من قوم طباعھم ما لا یقدر علیھا غیرھم الا بمشقۃ شدیدۃ

سے ذکر کیا ہے (تاکہ یاد دلانیوالے کی تخصیص نہ رہے) اور دوسری تفسیر پر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ادب (و تعظیم) کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالے کا نام سنکر مباح غیر ضروری سے بھی رکا جاوے اور یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے امور طبعیہ میں سے ہیں سبحان اللہ کیسی قوم ہے کہ انکے امور طبعیہ وہ اخلاق ہیں کہ دوسرا اُن پر قادر نہیں مگر بعد مشقت شدید کے۔

**الحدیث** اذا رای احد کم امرأۃ حسناء فاعجبتہ فلیأت اھلہ فان البضع واحد و معھا مثل الذی معھا (خط) عن عمر **ف** فیہ تسہیل لمعالجۃ النفس واصل المعالجۃ الکف عن المتمنی ولیس من وظائف المصلح الا ھو اما اتیان الاھل فاعانۃ و تسہیل لھا و الارشاد الیہ لیس من الوظائف اللازمۃ للمصلح وانما ھو تبرع فلا حق للطالب ان یطالبہ بہ و کثیر من الطالبین یغلط فی ھذہ المسئلۃ کیف ولو کان لازما لاقتصر کالحوالۃ الی فی

حدیث جب تم میں کوئی شخص کسی حسین عورت کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو تو اُسکو چاہئے کہ اپنی بی بی کے پاس چلا آوے (یعنی اس سے ہمبستری کرے) اس لئے کہ شرمگاہ (دونوں جگہ) ایک ہی سی ہے اور بی بی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اوس (اجنبی) عورت کے پاس ہے **ف** اس حدیث میں معالجۂ نفس کو سہل کرنے کا طریق (بتلایا گیا) ہے اور اصل معالجہ صرف یہ ہے کہ (نفس کو) اس تمنی سے (جو دوسری عورت کے ساتھ متعلق ہوئی ہے) روکا جاوے اور مصلح کا اصل فرض منصبی اسیقدر ہے اور

۱۷۱

الباب علی قوله قل للمومنین
یغضوا من ابصارهم ویحفظوا
فروجهم لان الغض والحفظ
من اشق الاعمال فی حالة
الهیجان ومع ذلك لم یرشد
الی ما یزیل هذه المشقة
نما ورد فی هذا الحدیث او
فی حدیث من استطاع منکم
الباءة فلیتزوج فانه اغض
للبصر واحصن للفرج من
باب التسهیل لانما یتوقف علیه
التحصیل وفی التعلیل بقوله فان ۴۲
البضع واحد الخ مع ان سکون
الهیجان الذی یسهل العفة لا
یتوقف علی استحضار هذه
العلة لما نقل المناوی عن الاطباء
ان الجماع یسکن هیجان العشق
وان کان مع غیر المعشوق کذا فی
حاشیة الحفنی اشارة الی مسئله
اخری وهی ان المکلف ینبغی له ان
یقصر النظر فی کل شئ علی درجة
قضاء الوطر ولا یتصدی لدرجة
التفویق واللذة فان اللذة لیس لها

(۱) تقاضا رکھا ہوا جو دوران لذة

بی بی کے پاس جانا یہ اُس معالجہ کی اعانت
اور تسہیل ہے اور ایسے طریق کا تبلانا یہ
مصلح کے فرائض لازمہ سے نہیں یہ تبلانا مصلح
کی طرف سے) محض تبرع ہے سو طالب کو
اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا
کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے
اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ
اختیاری میں مشقت سے گھبراتے ہیں
اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست
کرتے ہیں جس میں مشقت نہو مثلاً شیخ
نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کو روکو
مگر یہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر
بتلائی جاوے کہ نفس میں تقاضا ہی نہو
حالانکہ تقاضائے شدید نہونا یہ خود موقوف
ہے عمل مدید پر تو عمل کو اس پر موقوف
رکھنا دور کو چاہتا ہے یہ کہنا ہے عرض شیخ کے
ذمہ سہولت کی تدبیر بتلانا نہیں ہے)
اور یہ لازم کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اگر
لازم ہوتا تو حق تعالیٰ اس باب (عفت)
میں صرف اس پر اکتفا نہ فرماتے کہ آپ
مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی
رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ
رکھیں کیونکہ نیچی نگاہیں رکھنا اور شرمگاہ

| | |
|---|---|
| حد فمن تصدی له لا ینجی عن التشویش ابدا و امامن اقتصر علی نفس الحاجة فیحصل له السکون اذا قضی حاجة فهذا حاصل قوله علیه السلام فان البضع واحد یعنی لا مزیة لفرج الاجنبیة علیه والتمیز بینهما من تزئین الشیطان | کو محفوظ رکھنا حالت ہیجان میں بڑی شفقت کا عمل ہے اور باوجود اس کے حق تعالیٰ نے ایسا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جو اس مشقت کو زائل کردے پس (اس سے ثابت ہوا کہ) اس حدیث میں جو مضمون وارد ہوا ہے یا دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ جو شخص تم میں نکاح کا مقدور رکھے |

اُس کو نکاح کرلینا چاہیئے کیونکہ نگاہ کا زیادہ پست کرنے والا ہے اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے یہ سب باب تسہیل ہے ایسی چیز نہیں ہے جس پر (مامور بہ کی) تحصیل موقوف ہو اور اس کی علت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ شرمگاہ ایک ہی ہے باوجودیکہ سکون ہیجان کا جو کہ عفت کو سہل کرنے والا ہے وہ اس علت کے استحضار پر موقوف نہیں جیسا کہ مناوی نے اطباء سے نقل کیا ہے کہ جماع کرنے سے عشق کے ہیجان ۴۳
کو سکون ہو جاتا ہے اگرچہ غیر معشوق کے ساتھ ہو حاشیہ الحفنی میں اسیطرح ہے باوجود اس کے پھر جو یہ ارشاد فرمایا ہے یہ اشارہ ہے ایک دوسرے مسئلہ کی طرف وہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ مکلف کو چاہیئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے اور تزئین اور لذت کے درجہ کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے درپے ہوگا اُس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص نفس حاجت پر کفایت کرے گا جسوقت حاجت پوری ہو جائے گی اُس کو سکون کو ہو جائے گا پس یہ حاصل ہے اس ارشاد کا کہ شرمگاہ ایک ہی ہے یعنی اجنبیہ کی فرج کو بی بی کی فرج پر کوئی افزونی نہیں ہے اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطان کا ملمع ہے (دوسرے مسئلہ کے استنباط کی تقریر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سنی ہے)

| | |
|---|---|
| الحدیث اذا رای احدکم باخیه بلاء فلیحمد الله ولا یسمعه | حدیث جب کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی پر کوئی مصیبت دیکھے تو اللہ تعالےٰ |

ذالك (ابن النجار عن جابر) قلت البلاء يعم الدينوی كالمرض و البؤس و الدينی من الذنوب و عدم الاسماع لئلا يحزنه ذلك و يستثنی منهما انشاء عن محرم كقطع فی سرقة لم يتب منها ان امن او ما لم يقارن ندامة و يشترط فی ذلك عدم الشماتة و عدم الاستحقار ف دل الحديث علی رعاية خاطر المصاب و يقاس عليه كل ما يحتمل فيه الحزن و كسر القلب و هو من

۴۴ الزم اخلاق الصوفية

کا شکر ادا کرے کہ اس کو اس بلا سے محفوظ رکھا) اور (یہ شکر کرنا) اُس شخص کو نہ سُنا ئیے میں کہتا ہوں کہ مصیبت عام ہے دنیوی مصیبت کو بھی جیسے مرض اور فاقہ اور دینی مصیبت کو بھی جیسے گناہ اور نہ سنانا اسلئے کہ اُس کو رنج نہ ہو اور اس سے وہ مصیبت مستثنیٰ ہے جو کسی حرام فعل سے مسبب ہو جیسے کسی چوری میں جس سے توبہ نہ کی ہو ہاتھ کٹ گیا۔ (وہاں سُنانے کا بھی ڈر نہیں بشرطیکہ (سنانے میں عداوت کا) اندیشہ نہو یا جو گناہ ندامت کے ساتھ مقرون نہو (وہ بھی مستثنیٰ ہے وہاں بھی سنانے کا کچھ ڈر نہیں) اور ان سب میں یہ شرط ہے کہ اس میں نہ شماتت ہو (یعنی دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) اور نہ (دوسرے کی) تحقیر ہو (کہ اپنے کو متقی اور مقدس سمجھے) ف اس حدیث میں دلالت ہے کہ مصیبت زدہ کی خاطر کی رعایت کرنی چاہیئے اور اسی پر ہر اس معاملہ کو قیاس کیا جائے گا جس میں کسی کے حزن یا دل شکنی کا احتمال ہو (ایسے تمام امور سے بچنا چاہیئے اور صوفیہ کے اخلاق لازمی سے ہے)

الحديث اذا رايت الناس قد مرجت عهودهم و خفت اماناتهم و كانوا هكذا و شبك بين انامله فالزم بيتك و املك عليك لسانك و خذ ما تعرف

حدیث جب تم لوگوں کو اس حالت میں دیکھو کہ اُنکے عہد گڑبڑ ہو گئے اور انکی امانتیں کم وزن ہو گئیں اور وہ اس طرح ہو گئے اور آپ نے اپنی انگلیوں میں جال بنا لیا (یعنی پھلے بُرے

ترمذی ۱۱ باب حفظ اللسان

ودع ما تنکر وعلیك بخاصة امر نفسك ودع عنك امر العامة (ك) عن ابن عمرو قال العزیزی حدیث صحیح **ف** فیه سعة من ترك الانکار علی المنکر اذا غلب علی الظن ان المنکر لا یزول بانکاره او نخاف محذورا وهذا هو اصل المدار للحکم وما ذکر فی الحدیث هو امارات - وهذا هو العذر لاکثر آحاد القوم حیث یترکون الخطاب للعامة بالامر بالمعروف والنهی عن المنکر ویقتصرون علی الخطاب الخاص لمن فوض نفسه الیهم للاصلاح فلا یلام علیهم فیه فانهم یتبعون للسنة فی صنیعهم هذا -

گذمڈ ہوگئے) (اوسوقت) اپنے گھر کو لگ جاؤ (یعنی لوگوں سے ملنا چھوڑ دو) اور اپنی زبان پر قبضہ کرلو (یعنی سکوت اختیار کرو) اور (خود) نیک بات پر عمل کیا کرو اور بری بات کو چھوڑ دو اور خاص اپنے کام سے کام رکھو اور عام لوگوں کے قصہ کو چھوڑ دو (یعنی اسکی اجازت ہے کہ کسی کو کچھ نہ کہو) **ف** اس حدیث میں اسکی گنجایش ہے کہ امر منکر پر انکار (ظاہر) نکیا جاوے جب غالب گمان یہ ہو کہ وہ منکر میرے انکار سے زائل نہ ہوگا یا (انکار کرنے سے) کسی ضرر کا اندیشہ ہو اور اصل
۴۵ مدار حکم (مذکور) کا یہی ہے (کہ عدم توقع نفع یا خوف لحوق ضرر کے وقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے) اور حدیث میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں یہ اوسکی علامات ہیں (ان امور کا وجود علامت اسکی ہے کہ کہنے سے نفع نہ ہوگا یا ضرر لاحق ہوگا) اور اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے اون کے سپرد کر دیتے ہیں اونکا یہی عذر ہے (کہ وہ زمانہ کا رنگ دیکھکر نفع سے ناامید ہیں سو اس باب میں اون پر ملامت نہ کی جاویگی وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں (چنانچہ حدیث میں ایسے وقت خود احتساب کو ساقط کر دیا ہے)۔

**الحدیث** اذا رایت الله تعالیٰ

**حدیث** جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو

شبہ و استدلال باحوال علی القبول

۴۶

يعطي العبد من الدنيا ما يحب وهو مقيم على معاصيه فانما ذلك منه استدراج (حم طب هب) عن عقبة بن عامر (ح) شمل الحديث بقاء بعض الاحوال النفسانية كالوجد والاستغراق والشوق والوله والهيمان وامثالها مع المعاصي ففيه الرد على من يغتر بهذه الحالة ويفتخر بقوة نسبته مع الله تعالى حيث لم تضمحل مع المعاصي ولم يدر ان هذه الاحوال ليست من النسبة في شئ ولا تبقى النسبة مع المعاصي وهذه الاحوال انما هي كيفيات نفسانية طبعية كالفرح والسرور فبالجملة هذه الاحوال ليست بذاتها من الدين بل هي من الدنيا نعم ربما كانت معينة على الدين ولا يلزم منه كونها من الدين فافهم۔

دنیا کی جو چیز وہ چاہتا ہے دے رہا ہے اور وہ معاصی پر جما ہوا ہے تو وہ صرف استدراج ہے (اوس سے دہوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ اوس سے حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے پر استدلال کرنے لگے) **ف** حدیث اس کو بھی شامل ہے کہ بعض اوقات معاصی کے ساتھ بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں جیسے وجد واستغراق وشوق اور شیفتگی اور حیرت اور اس قسم کی اور کیفیات (تو ان کے بقا سے دہوکہ نہیں نہ آوے کہ ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہیں پڑا کیونکہ یہ سب کیفیات دنیا ہیں دین نہیں ہیں اور دنیا کا عطاء ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں) پس اسمیں رد ہے اوس شخص پر جو اس حالت سے دھوکہ کھاتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے کہ میری نسبت مع اللہ ایسی قوی ہے کہ معاصی کے ہوتے ہوئے بھی اوسمیں ضعف نہیں آیا اور اوسکو یہ خبر نہیں کہ ان احوال کا نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی اور یہ احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں جیسے فرح اور سرور (کیفیات طبعیہ ہیں) حاصل یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات

دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس (معین ہونے) سے انکا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔

**الحدیث**۔ اذا رایت کلما طلبت شیئا من امر الاخرۃ وابتغیتہ یسر لک واذا اردت شیئا من امر الدنیا وابتغیتہ عسر علیک فاعلم انک علی حال حسنۃ واذا اردت کلما طلبت شیئا من امر الاخرۃ وابتغیتہ عسر علیک واذا اردت شیئا من امر الدنیا وابتغیتہ یسر لک فانت علی حال قبیحۃ ابن المبارک فی الزھد عن سعید بن ابی سعید مرسلا (ھب) عن عمر بن الخطاب فی العزیزی قال الشیخ حدیث حسن قال العزیزی والمسئلۃ رباعیۃ فیبقی ما کان یعسر علیہ من امر الدنیا والاخرۃ وما اذا کان یتیسر ان لہ ولم یتعرض لھما لوضوحھما۔ قلت فالثانی مصداق قولہ تعالی ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ والاول مصداق قولہ خسر الدنیا والاخرۃ **ف** وبہ وضح فساد الاستدلال

۴۷ **حدیث**۔ جب تو اپنی یہ حالت دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو اوسکا ملنا دشوار ہو جاوے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے (کہ اللہ تعالے دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتا ہے) اور جب اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو اوسکا ملنا دشوار ہو جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں کسی چیز کا طالب ہو اور اوسکی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو تو برے حال پر ہے (کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہونیکا خطرہ ہے۔ اور اس مضمون کی چار صورتیں ہیں سو (دو قسمیں تو مذکور ہوگئیں اور ایک تو) وہ قسم باقی رہ گئی کہ دنیا اور آخرت دونوں دشواری سے ملیں اور (ایک) وہ قسم بھی (رہگئی) کہ دونوں آسانی سے ملجاویں اور ان دونوں سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ انکا حکم واضح ہے۔ ہیں

فساد الاستدلال بتقسیم اللہ تعالے علی القسمین

ببسط الدنیا علی القبول عند الله
تعالی کبعض جهلة الصوفیة
یفتخرون ببسط الدنیا علی
اهل سلسلتهم و یحتجون به
علی قبولها وانی لهم ذلك
وذکر الله تعالی فساد هذا
الاستدلال فی القرآن فقال
فاما الانسان اذا ما
ابتلاه ربه فاکرمه
ونعمه فیقول ربی اکرمن واما
اذا ما ابتلاه فقدر علیه رزقه
فیقول ربی اهانن کلا الآیه ۴۸

کہتا ہوں کہ دوسری قسم اس ارشاد حق کا
مصداق ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة
وفی الآخرة حسنة اور اول قسم اس ارشاد
کا مصداق ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں
کی طرف سے گھاٹے میں رہا **ف** اور
اس حدیث سے فراخی دنیا سے عند اللہ
مقبول ہونے پر استدلال کرنے کا فساد
واضح ہوگیا جیسے بعضے جاہل صوفی اس پر
فخر کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ والوں کو
دنیا کی خوب ترقی ہو جاتی ہے اور اس سے
اوس سلسلہ کے مقبول ہونے پر استدلال
کرتے ہیں اور اس استدلال کی اونکو گنجائش
کہاں - اور اس استدلال کا فاسد ہونا اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے
کہ (بعض آدمی کا یہ حال ہے کہ اوس) کو جب اوسکا پروردگار اوسکو آزماتا ہے
یعنی اوسکو (ظاہرا) اکرام انعام دیتا ہے تو وہ (افتخاراً) کہتا ہے کہ میرے رب نے
میری قدر بڑھادی (یعنی میں اوسکا مقبول ہوں کہ مجھکو ایسی نعمتیں دیں) اور جب
اوسکو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اوسکی روزی اوسپر تنگ کر دیتا ہے تو وہ
(شکایۃ) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی (یعنی مجھکو اپنی نظر سے آج کل
گرا رکھا ہے کہ دنیوی نعمتیں کم ہوگئیں آگے اسپر ردع ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (یعنی
دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت مخذولیت کی نہیں)

**الحدیث** - اذا رایتم الامر
لا تستطیعون تغییره فاصبروا حتی
یکون الله هو الذی یغیره

**حدیث** - جب تم کسی بری بات کو دیکھو
کہ تم اوسکو (بالید یا باللسان) متغیر نہیں
کرسکتے تو صبر کرو یہانتک کہ اللہ ہی

(باقی آئندہ)

غ۔ عذر الصوفیۃ فی عدم تکیرھم علی العامۃ

(عل ھب) عن ابی امامۃ (ض) **ف** فیہ رخصۃ للسکوت عن النکیر علی المنکر وقت العجز وخوف الفتنۃ ووقوع محذور ومع الکراھۃ بالقلب قلت وھو العذر لاکثر الصوفیۃ فی تخصیص نکیرھم فی اکثر الاحوال بمن فوض نفسہ الیھم فان اکثر العامۃ یخاف منھم الفتنۃ فیتشوش بھا وقتھم ولا یصفوالھم عملھم وھو من موانع الطریق فیبعدون عنہ انفسھم۔

اوسکو (کبھی) متغیر کردے۔ **ف** اس میں رخصت ہے سکوت کرنے کی منکر پر نکیر کرنے سے جب اس سے عاجز ہو اور فتنہ کا خوف ہو اور کسی خرابی کا اندیشہ ہو مگر دل سے کراہتہ رکھے میں کہتا ہوں یہی عذر ہے اکثر صوفیہ کا کہ وہ اکثر احوال میں اپنے نکیر کو اون ہی لوگوں کے ساتھ خاص رکھتے ہیں جو اپنے کو اون کے سپرد کردے کیونکہ اکثر عوام سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور فتنہ سے اونکا وقت مشوش ہوجاتا ہے اور عمل میں صفائی نہیں رہتی اور یہ (تشویش وقت اور تکدر عمل) موانع طریق سے ۴۹

ہے اس لئے وہ اپنے کو اس سے دور رکھتے ہیں۔

غ۔ عدم ذم ما لا اختیار فیہ

**الحدیث**۔ اذا رجف قلب المومن فی سبیل اللہ تحاتت خطایاہ کما یتحات عذق النخلۃ (طب جل) عن سلمان (ح) **ف** فیہ نص ان ما لا یدخل تحت الاختیار لا یذم وان کان ظاھر النقص وھو من مھمات مسائل الفن۔

**حدیث**۔ جب جہاد میں مومن کا قلب (خوف سے) کانپنے لگے (مگر جہاد کو ترک نہ کرے) تو اوسکے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ (خشک ہوکر) جھڑ جاتی ہے **ف** اس میں اس (مسئلہ) کی تصریح ہے کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں اگرچہ ظاہر انقص ہو اور یہ فن کے نہایت ضروری مسائل سے ہے (وجہ دلالت ظاہر ہے کہ دل کا کانپنا علامت ہے بزدلی کی جو کہ ظاہر انقص ہے لیکن اوسپر اجر ملتا ہے جب عمل ترک نہ کرے)۔

حسن الاخلاق لہ حد

**الحديث**۔ اذا رددت على السائل
ثلاثا فلم يذهب فلا بأس ان
تزبره (قط) فى كتاب الافراد عن
ابن عباس (طس) عن ابى هريرة
فى العزيزى قال الشيخ حديث
حسن لغيره فى حاشية الحفنى
لتعديه الى ما لا يحل له **ف** نص
فى ان حسن الاخلاق له حد
ولم يكلف العبد بتحمل الاذى فوق
الحد وهذا هو الوسط من الطريق
فلا يفرط من التفعيل كديدن
المتكبرين ولا يفرط من الانفعال ۵۰
كالمتكلفين نعم يستثنى من هذا
تكلف المبتدين الذى يكون
للمعالجة۔

**حدیث**۔ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے (لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اوسکو جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں **ف** حدیث صریح ہے اس مسئلہ میں کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اسکا مکلف نہیں کہ اوس حد سے آگے ایذاء کا تحمل کرے اور یہی طریق وسط ہے پس (اخلاق کے باب میں نہ تفریط کرے جیسے متکبرین کا شیوہ ہے (کہ ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے) اور نہ افراط (اور غلو) کرے جیسے اہل تکلف کی عادت ہے (کہ خواہ کچھ ہی گذر جاوے مگر ناگواری کے اظہار کو خلاف وضع درویشی سمجھتے ہیں) البتہ اس سے مبتدیوں کا تکلف مستثنےٰ ہے جو معالجہ کے لئے ہوتا ہے (کیونکہ وہ جب تک نفس کو بہت دور سے نہ روکیں اعتدال پر آ نہیں سکتا۔ سو یہ تکلف چونکہ مقدمہ ہے اعتدال کا اسلئے محمود ہے)

قتل الساب

**الحديث**۔ اذا رأيتم معاوية (فى الهامش هو معاوية بن التابوت نذر ان يقذر على المنبر الشريف) على منبرى فاقتلوه (للديلمى) **ف** فيه ما فى السابق عليه

**حدیث**۔ جب تم معاویہ بن تابوت کو میرے منبر پر دیکھو (جس نے نذر کی تھی کہ میں منبر شریف پر گندگی کرونگا) تو اوسکو قتل کردو **ف** اس میں بھی وہی مسئلہ ہے جو حدیث سابق میں تھا کیونکہ قتل بظاہر

فان القتل بظاهره يبعد عن حسن
الخلق لكن قتل من يستحق القتل داخل في
حد حسن الخلق لما فيه من المصالح الدينية

**الحديث**۔ اذا زار احدكم اخاه
فجلس عنده فلا يقومن حتى يستأذنه
(فر) عن ابن عمر (رض) **ف**
هذا الندب وحكمته ظاهرة
من تطييب قلب المسلم وكذا يندب
للمزور ان ياذن له لعين هذه
الحكمة وامثال هذه الرعايات
كالطبعي للقوم وهو معنى
ما اشتهر بالفارسية آمدن
بارادت ورفتن باجازت ولا
يراد لزوم الاستيذان
لانه لا دليل عليه ثم هو
مقيد بعدم الحرج للكليات
الشرعية ۔

حسن خلق سے بعید ہے لیکن مستحق قتل کا
قتل کرنا یہ حسن خلق کے حد میں داخل ہے
کیونکہ اس میں دینی مصالح ہیں۔

آداب الزائر والمزور

**حدیث**۔ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے
مسلمان بھائی سے ملنے آوے اور اوسکے
پاس بیٹھ جاوے تو اوسکو اوٹھنا نہ چاہیئے
جب تک اوس سے اجازت نہ لیلے **ف**
یہ حکم استحباب کے لئے ہے (کمافی العزیزی)
اور حکمت اس کی ظاہر ہے یعنی مسلمان کے
دل کا خوش کرنا اور اسیطرح جس کے
ملنے کو کوئی آیا ہو اوسکے لئے بھی مستحب ہے
۵۱ کہ اوسکو اجازت دیدے بعینہ اسی حکمت
کیوجہ سے اور اس قسم کی رعایتیں حضرات
صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں اور یہی
مطلب ہے اوس قول کا جو فارسی میں
مشہور ہے آمدن بارادت و رفتن باجازت
اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اذن لینا واجب ہے
کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر وہ استحباب بھی مقید ہے عدم حرج کے ساتھ
کلیات شرعیہ کے سبب۔

**الحديث**۔ اذا سبقت للعبد
من الله تعالى منزلة لم ينلها
بعمله ابتلاه الله في جسده وفي
اهله وماله ثم صبر على ذلك حتى

[illegible]

**حدیث**۔ جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے کوئی (خاص) مرتبہ مقدر
ہوتا ہے جسکو وہ اپنے عمل سے حاصل
نہ کرسکتا تھا (یعنی اوس درجہ کا کوئی عمل

حتی ینال المنزلۃ التی سبقت لہ من اللہ عز وجل (تخ د) فی روایۃ ابن دستہ و ابن سعد (ع) عن محمد بن خالد السلمی عن ابیہ عن جدہ (ح) **ف** ویقاس علیہ باشتراک العلۃ حالۃ القبض التی تعتری السالکین و بعین ھذا النفع یسلون الطالبین فالحدیث اصل لمسئلتہم ھذہ -

اوسکے اعمال میں نہ تھا) تو اللہ تعالی اوسکو اوسکے جسد اور اوسکے اہل اور اوس کے مال میں کسی بلاء میں مبتلا کردیتا ہے پھر وہ اوسپر صبر کرتا ہے یہانتک کہ وہ اوس مرتبہ کو حاصل کرلیتا ہے جو اوسکے لئے اللہ تعالے کی طرف سے مقدر ہوا تھا **ف** اور اسی پر علت کے اشتراک سے حالت قبض کو قیاس کیا جاتا ہے جو سالکین کو پیش آتی ہے اور وہ بعینہ اسی نفع سے طالبین کو تسلی دیتے ہیں پس یہ حدیث اون کے اس مسئلہ کی اصل ہے -

مسئلہ اصلاح الاخلاق بالریاضۃ

**الحدیث** - اذا سمعتم بجبل زال ۵۲
عن مکانہ فصدقوا و اذا سمعتم برجل زال عن خلقہ فلا تصدقوا فانہ یصیر علی ما جبل علیہ (حم) عن ابی الدرداء فی العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح **ف** فیہ تصریح بما قالت حکماء الاخلاق ان بالریاضۃ لا تزول الاخلاق الجبلیۃ وانما تضمحل فتسھل مقاومتہا و ھذہ المقاومۃ ھو المقصود فی السلوک لانہ عمل اختیاری وھو المکلف بہ بخلاف الاخلاق فانہا ملکات غیر اختیاریۃ ولیست من التکلیف

**حدیث** - جب تم کسی پہاڑ کو سنو کہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو تصدیق کرلو (جب کوئی دلیل مکذب نہ ہو) اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے ہٹ گیا تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اسکا مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ) وہ پھر اوسی (حالت) پر آجاویگا جس پر پیدا کیا گیا ہے **ف** اس حدیث میں اوسکی تصریح ہے جس کے حکماء اخلاق قائل ہیں کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے (جیسے بعض ناواقف اسکی کوشش کرتے ہیں) صرف اتنی بات ہے کہ مضمحل ہوجاتے ہیں جس سے اون کی

(باقی آئندہ)

فی شیٔ ومن لم یتقن ھذا الاصل لم یخلص من التشویش ابدا فانہ ربما یری بعد المجاھدات الشاقۃ ان الاخلاق ما زالت فییأس من حصول المقصود۔

مقاومت سہل ہوجاتی ہے اور سلوک میں مقصود یہی مقاومۃ ہے کیونکہ یہ عمل اختیاری ہے اور اسیکا انسان مکلف ہے بخلاف اخلاق کے کہ وہ ملکات غیر اختیاریہ ہیں اور اوسکا مکلف نہ ہونے سے کوئی علاقہ نہیں اور جس شخص نے اس اصل کو مستحکم نہیں کیا اوسکو تشویش سے کبھی نجات نہ ہوگی کیونکہ وہ بعد مجاہدات شاقہ کے بھی بعض اوقات دیکھے گا کہ اخلاق (رذیلہ درجہ تقاضا میں) زائل نہیں ہوئے پس وہ حصول مقصود سے ناامید ہوجائیگا۔

**الحدیث**۔ اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (حم) فی الزھد عن عطاء مرسلا (ض) فی العزیزی قال الشیخ لتقع المقابلۃ لا انہ قید فی قبول التوبۃ اھ قلت الحکمۃ فی الاول عندی اخفاء المعصیۃ وفی الثانی عدم وقوع الناس فی الغیبۃ واتقاء تھمۃ الاصرار وفیہ علاج الاستنکاف عن الاعتراف بجھلہ ورجوعہ الی الصواب وھو علاج معمول فی القوم

**حدیث**۔ جب تجھ سے کوئی گناہ ہوجاوے تو اوسکے قریب ہی توبہ جدید کر۔ پوشیدہ گناہ کے مقابلہ میں پوشیدہ توبہ اور علانیہ
۵۳ گناہ کے مقابلہ میں علانیہ توبہ عزیزی میں ہے شیخ نے فرمایا کہ یہ اسلئے ہے کہ تاکہ (توبہ سے گناہ کا) مقابلہ ہوجاوے نہ یہ کہ ایسا کرنا قبول توبہ کی شرط ہے (بلکہ اگر علانیہ گناہ سے خفیہ توبہ کرلی تب بھی مقبول ہے) میں کہتا ہوں کہ (حکمت مقابلہ کے علاوہ جس کی رعایت صرف اولی ہے کما فی حاشیۃ الحفنی من قولہ لکن الاولی المناسبۃ) اسمیں اور یہی حکمت ہے کہ اوس کی رعایت ضروری ہے چنانچہ میرے نزدیک اول میں یہ حکمت ہے کہ اس میں اخفاء ہے معصیت کا (جوکہ مامور بہ ہے) اور ثانی میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اسکی غیبت میں مبتلا نہ ہوں (کیونکہ گناہ کی تو سب کو خبر ہے اور توبہ کی کسیکو خبر نہیں لامحالہ لوگ

غیبت کرینگے) اور (یہ بھی حکمت ہے کہ اعلان میں) اصرار (علی المعصیۃ) کی تہمت سے بچنا ہے اور نیز اپنے جہل کے اعتراف سے اور رجوع الی الحق سے جو عار ہوتی اسمیں اوسکا بھی علاج ہے اور یہ ایک ایسا علاج ہے جو صوفیہ میں معمول ہے۔

تسہیل علاج الغضب

**الحدیث**۔ اذا غضب احدکم فلیسکت (حم) عن ابن عباس (رح)

**الحدیث**۔ اذا غضب احدکم وھو قائم فلیجلس فان ذھب عنہ الغضب والا فلیضطجع (حم د ھب) عن ابی ذر (صح)۔

**الحدیث**۔ اذا غضب الرجل وقال اعوذ باللہ سکن غضبہ

٥٤ (عد) عن ابی ھریرۃ (رض) فی العزیزی فی ھذا الحدیث ویوخذ من کلام المناوی انہ حدیث حسن لغیرہ **ف** الاحادیث الثلثۃ مشترکۃ فی ان فیھا تسھیل العلاج وھو من عادات المشائخ وان لم تکن لازمۃ علیھم وانما اللازم تعلیم طریق التحصیل فقط لکنہ تبرع منھم وحاصل التدبیر الاول کسر سورتہ فانھا تزداد بالنطق بالتجربۃ وحاصل الثانی الابعاد عن ھیئۃ الوثوب والثالث ازالۃ السبب

**حدیث**۔ جب تم میں کسیکو غصہ آوے خاموش ہو جاوے۔

**حدیث**۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہو بیٹھ جاوے اگر غصہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔

**حدیث**۔ جب کسی شخص کو غصہ آوے اور وہ اعوذ باللہ کہ لے تو غصہ کو سکون ہو جاتا ہے۔ **ف** تینوں حدیثیں اس میں مشترک ہیں کہ ان سب میں علاج کی تسہیل ہے اور ایسی تسہیل مشائخ کے معمولات میں سے ہے گو یہ اون کے ذمہ لازم نہیں لازم تو صرف طریق تحصیل کی تعلیم ہے لیکن تسہیل کی تعلیم اونکا تبرع اور پہلی تدبیر کا حاصل جوش کا شکستہ کرنا ہے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنے سے جوش بڑھ جاتا ہے اور دوسری تدبیر کا حاصل ہیئت حملہ سے بُعد اختیار کرنا ہے اور تیسری تدبیر کا حاصل ازالہ ہے سبب کا اور وہ سبب

من اغواء الشیطان وذکر اللہ ومن تتمۃ ہذا الذکر تذکرحکم اللہ تعالٰی وتذکر ان من انتصر لنفسہ یتخلی اللہ عنہ وہذا کلہ اذا غضب لغیر اللہ۔

اغواء ہے شیطان کا نیز (تیسری تدبیر کا ایک جزو) ذکر اللہ ہے (کیونکہ استعاذہ ذکر بھی ہے) اور اسی ذکر اللہ کا تتمہ یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کو یاد کرے کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے (خلاف شرع) بدلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اوس سے بیزار ہو جاتا ہے اور یہ سب اوس وقت ہے جب غیر اللہ کیلئے غصہ آوے (ورنہ وہ غصہ خود مطلوب ہے اوسکے علاج کی کیا ضرورت ہے البتہ حدود میں رہنے کا اہتمام ضرور ہے)

**الحدیث**۔ اذا سئلت فلا تمنع واذا اعطیت فلا تخبأ (للحاکم والطبرانی او الحکم الترمذی)

**ف** وہذان کالخلق اللازم للقوم لا یمنعون ما یسألون علی اختلاف فی شرائط حسب المصالح ولا یکتمون ما یعطون ویعدون شکر اللمعطی الحقیقی وللمعطی المجازی ویوخذ من قولہ تعالیٰ فی الذم ویکتمون ما آتاھم اللہ من فضلہ۔

**حدیث**۔ جب تم سے مانگا جاوے تو روکو مت (دیدو) اور جب تم کو کچھ دیا جاوے تو چھپاؤ مت (ظاہر کردو) **ف** یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے اخلاق لازمہ کے مثل ہیں البتہ اوسکے شرائط میں بنا بر مصالح عملاً کچھ اختلاف ہے (جس سے دینے میں صورۃً تفاوت معلوم ہوتا ہے) ۵۵
نیز ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے اوس کو چھپاتے بھی نہیں (ظاہر کر دیتے ہیں) اور اس (ظاہر کردینے) کو شکر سمجھتے ہیں معطی حقیقی کا بھی اور معطی مجازی کا بھی اور یہ (نہ چھپانا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے جو (بخیلوں کی) مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ اوس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اونکو اپنے فضل سے دیا ہے۔

لہ وجہ التردد ان الرمز فی الکتاب کان طک وہو لیس رمزا مستقلا فیحتمل ان یکون الرمز ط وک فاتصلا فی الکتابۃ وان یکون حک للحکیم فوقع التصحیف فی حرف ح وکتب بصورۃ ط واللہ اعلم ۱۲

عدم الغلو فی المجاہدۃ

**الحدیث**۔ اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانه فلم یدر ما یقول فلیضطجع (حم م د ہ) عن ابی ہریرۃ (صح) **ف** فیه ادب المجاهدۃ ان یوخرھا اذا ثقلت لان المشقۃ لیست مقصودۃ بذاتھا وانما المقصود بالذات الاتیان بالعمل علی وجھه والمجاھدۃ مقاومۃ لموانع ھذا المقصود فاذا فات المقصود بالذات للمقصود بالغیر وجب ترك المقصود بالغیر وھذا ھو طریق المحققین اما غیر المحققین فمنتھی نظرھم ھو المشقۃ وان فات بھا ما ھو الاھم منھا وھذا غلط عظیم۔

۵۶

**حدیث**۔ جب کوئی تم میں شب کو (نماز میں قرآن پڑھنے) کھڑا ہو اور قران مجید اوسکی زبان پر ثقیل ہونے لگے (یعنی نیند کے غلبہ سے زبان لڑکھڑانے لگے) اور اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو اوسکو چاہیئے کہ لیٹ جائے (تاکہ کچھ سو جانے سے طبیعت ہلکی ہو جاوے پھر اوٹھکر پڑھنے لگے) **ف** اسمیں ادب ہے مجاہدہ کا کہ جب اوس میں گرانی ہونے لگے اوسکو موخر کردے کیونکہ مشقت خود مقصود بالذات نہیں ہے اصل مقصود بالذات عمل کا ادا کرنا ہی اوسکے طریقہ پر اور مجاہدہ اس مقصود کے موانع کا مقابلہ کرنا ہے پس جب مقصود بالغیر کے سبب خود مقصود بالذات فوت ہونے لگے تو اوس مقصود بالغیر کا ترک واجب ہوگا اور محققین کا یہی طریق ہے رہے غیر محققین سو اونکا منتہی نظر صرف مشقت ہے اگرچہ اوسکے سبب ایسی چیز فوت ہو جائے جو اوس سے اہم ہے اور یہ بڑی غلطی ہے۔

كراهة الحركات الزائدة فی الخشوع

**الحدیث**۔ اذا قام احدکم الی الصلوۃ فلیسکن اطرافه ولا یتمیل کما تتمیل الیھود فان تسکین الاطراف فی الصلوۃ من تمام الصلوۃ (الحکیم عد حل) عن ابی بکر (رض) **ف** دل علی ان تسکین الجوارح مطلوب

**حدیث**۔ جب کوئی تم میں نماز کیطرف کھڑا ہو تو اپنے جوارح کو ساکن رکھے اور ادھر ادھر مائل نہ ہو جیسا یہود مائل ہوتے ہیں اسلئے کہ جوارح کا ساکن رکھنا نماز کا متمم ہے **ف** حدیث اس پر دال ہے کہ جوارح کو ساکن رکھنا بھی مطلوب ہے۔

(باقی آئندہ)

كتسكين القلب وهو حقيقة الخشوع وكما ان تحرك الاطراف بالارتعاش من غير تحريك لاينافي الخشوع وسره ان الخشوع مامور به ولا يكون المامور به الامايدخل تحت الاختيار والتحريك داخل تحت الاختيار وليس التحرك داخلا تحت الاختيار۔

جیسے قلب کو ساکن رکھنا اور یہی حقیقت ہے خشوع کی اور جس طرح جوارح کی حرکت رعشہ سے بدون حرکت دینے کے خشوع کے منافی نہیں اسیطرح قلب کی حرکت بدون حرکت دینے کے خشوع کے منافی نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ خشوع ماموربہ ہے اور ماموربہ وہی چیز ہوسکتی ہے جو اختیار کے تحت میں ہو اور حرکت دینا تو اختیار کے تحت میں ہے اور حرکت ہونا اختیار کے تحت میں نہیں اور تحریک کے اختیاری ہونے سے عدم تحریک کا اختیاری ہونا بھی لازم ہے پس خشوع یہی ہوگا)۔

۵۷

المقصود من الاعمال لا الاحوال

**الحديث** - اذا قام احدكم في الصلوة فلا يغمض عينيه (طب عد) عن ابن عباس (رض) **ف** دل على ان المقصود في الطريق تكميل العمل على وفق السنة لا الاحوال من دفع الخطرات وغيرها فان تغميض العينين مماله دخل خاص في دفع الخطرات ومع ذلك نهي عنه وهذا مما لم يختلف فيه اثنان من من اهل التحقيق۔

**حدیث** - جب تم میں کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے **ف** یہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ مقصود اس طریق میں عمل کی تکمیل ہے سنت کے موافق۔ نہ کہ احوال جیسے دفع خطرات وغیرہ اسلیئے کہ آنکھیں بند کرنے کو خاص دخل ہے دفع خطرات میں اور باوجود اسکے اس سے ممانعت کی گئی ہے اور اس میں دو شخص بھی محققین میں سے اختلاف نہیں کرتے

مصالح الهم والحزن والقبض

**الحديث** - اذا قصر العبد في العمل ابتلاه الله تعالى بالهم (حم) في الزهد عن الحكيم مرسلا (ح) في العزيزي عن المناوي ليكون مايقاسيه من جابرا

**حدیث** - جب بندہ عمل میں کوتاہی کرتا ہے اللہ تعالی اوسکو فکر میں مبتلا کرتے ہیں عزیزی نے مناوی سے نقل کیا ہے کہ (یہ اسلیئے ہوتا ہے) تاکہ جو مصیبت

لتقصیرہ مکفرالتھاونہ اھ وبمعناہ فی حرف الکاف بعد اذا مانصہ اذا کثرت ذنوب العبد فلم یکن لہ من العمل مایکفرھا ابتلاہ اللہ تعالی بالحزن لیکفرھا عنہ (حم) عن عائشۃ (۷) **ف** دل الحدیثان علی کون الھم والحزن ویدخل فیہ القبض نعمۃ عظیمۃ حیث یکفر بھما الذنوب ومن ثم تری القوم لا یضیقون بالبلایا فانھم یشاھدون حکمتھا فتسھل علیھم۔

جھیل رہاہے اس سے اسکی تقصیر کا تدارک ہوجاوے اوراوسکی سستی کا کفارہ ہوجاوے اور اسی مضمون کی ایک حدیث یہ ہے کہ جب بندہ کے گناہوں کی کثرت ہوجاتی ہے اوراوسکے پاس ایسا کوئی عمل ہوتا نہیں جس سے اون گناہوں کا کفارہ ہوجاوے تو اللہ تعالیٰ اوس شخص کو کسی رنج میں مبتلا کردیتاہے تاکہ اوس رنج سے اوس گناہ کا کفارہ ہوجاوے **ف** دونوں حدیثیں فکراور رنج کے جس میں قبض بھی داخل ہے نعمت عظیمہ ہونے پردال ہیں

۵۸ کہ اون دونوں سے گناہوں کا کفارہ ہوتاہے اوراسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہوکہ بلاؤں سے تنگ نہیں ہوتے کیونکہ وہ اسکی حکمت کا مشاہدہ کرتے ہیں اسلئے وہ بلا اون پرسہل ہوجاتی ہے۔

۹ عادۃ الصوفیۃ من السکوت عن سوال التعنت

**الحدیث** ۔ اذا قعد احدکم الی اخیہ فلیسالہ تفقھا ولا یسالہ تعنتا (فر) عن علی (رض) **ف** فیہ ادب السوال واذا لم یکن السوال بھذہ المشابۃ لایکون سوالا فلا یجب الجواب عنہ وعلیہ جماعۃ الصوفیۃ حیث لایجیبون السائل المتعنت بخلاف اھل القشر فانھم یخافون النسبۃ

**حدیث** ۔ جب کوئی شخص تم میں سے اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس (مسائل وغیرہ پوچھنے کے لئے) بیٹھے تو اوسکو چاہیئے کہ سمجھنے کے لئے پوچھے (یعنی استفادہ وتحقیق مقصود ہو امتحان اوراظہار عجز اور خجل کرنا مقصود نہ ہو کہ یہ حرام ہے کذا فی العزیزی) **ف** اس میں سوال کا ادب (بتلایا گیا) ہے اورجب سوال اس طریقہ کا نہ ہوگا تو وہ سوال ہی نہیں

الی الجھل فیجیبون ویضیع وقتہم ولو تاملنا فی قواعد الشرع لساغ لنا القول بحرمۃ ھذا الجواب فان التعنت حرام والجواب للمتعنت اعانۃ علی الحرام

اوسکا جواب دینا بھی ضروری نہ ہوگا اور جماعۃ صوفیہ اسی (معمول) پر ہیں کہ سائل متعنت کو جواب نہیں دیتے بخلاف ظاہر پرستوں کے کہ وہ (سکوت کرتے ہوئے) اس سے ڈرتے ہیں کہ ہم جہل کیطرف منسوب نہ کئے جائیں اسلئے جواب دیتے ہیں اور اونکا وقت ضائع ہوتا ہے اور اگر ہم قواعد شرع میں غور کریں تو ہم کو اس جواب کے حرام کہنے کی گنجائش ہے کیونکہ تعنت حرام ہے اور متعنت کو جواب دینا اس حرام کی اعانت ہے (اور اعانت حرام کی حرام ہوتی ہے)

**الحدیث** - اذا قمت فی صلاتک فصل صلاۃ مودع ولا تکلم بکلام تعتذر منہ واجمع الایاس مما فی ایدی الناس (حم ہ) عن ابی ایوب (صح) **ف** فیہ ثلثۃ امور الامر الاول طریق احسان الصلوۃ بمراقبۃ تودیع الدنیا وکون ھذہ الصلوۃ آخر صلاۃ والامر الثانی الاحتیاط فی الکلام والتامل قبلہ فی کونہ بحیث لا یضطر الی الاعتذار منہ فی الدنیا او فی الاخرۃ والامر الثالث تعلیم الزھد وبیان حقیقتہ من العزم علی قطع الامل مما فی ایدی الخلق من متاع الدنیا فان من فعل ذلک استراح قلبہ فان الزھد یریح القلب

۵۹

**حدیث** - جب تم نماز میں کھڑے ہو تو ایسے شخص کی سی نماز پڑھو جو (دنیا کو) رخصت کر رہا ہے (اور جس کو پھر نماز میسر نہ ہوگی گویا یہ اخیر نماز ہے) اور ایسا کلام مت کرو جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ (مال ومتاع) ہے اوس سے ناامیدی کو دل میں جمالو **ف** اس میں تین امر مذکور ہیں اول نماز کے کامل کرنے کا طریقہ اس مراقبہ سے کہ ہم دنیا کو رخصت کر رہے ہیں اور (اسلئے) یہ نماز آخری نماز ہے (پھر شاید نصیب نہ ہو) اور امر ثانی کلام میں احتیاط کرنا اور کلام سے پہلے اوسکو سوچ لینا کہ ایسا کلام ہو جس سے معذرت کرنا نہ پڑے خواہ دنیا میں یا آخرت میں اور امر ثالث زہد کی تعلیم ہے

والبدن وھذہ کلھا من اعمال الصوفیۃ الصافیۃ۔

اور زہد کی حقیقت کا بیان ہے وہ حقیقت یہ ہے کہ اسپر عزم کرلے کہ مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ متاع دنیا ہے سب سے امید قطع کردے سو جو شخص ایسا کریگا اوسکا قلب راحت میں رہیگا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے اور یہ سب امور صوفیہ صافیہ کے اعمال میں سے ہیں۔

**الحدیث**۔ اذا کان اخر الزمان واختلف الاھواء فعلیکم بدین اھل البادیۃ والنساء (حب فی الضعفاء فر) عن ابن عمر (رض) قال الحفنی ای ظھرت البدع والعقائد الفاسدۃ وکثرت مطالعۃ کتب الفلاسفۃ فالزموا اعتقاد اھل البادیۃ والنساء المقلدین لان ایمانھم صحیح ولا تطالعوا تلک الکتب لئلا تضلوا وقال العزیزی عن العلقمی ای الزموا اعتقادھم مما یعتقدون من کون الباری الھا واحدا لاشریک لہ وعن المناوی ای الزموا اعتقادھم من تلقی اصل الایمان وظاھر الاعتقاد بطریق التقلید والاشتغال بفعل الخیر اھ

ع ٦٠

**ف**۔ دل علی ما علیہ القوم من اصل الاھتمام بالاعمال والاکتفاء علی الضروری من العلم وعدم الخوض فی الزوائد منہ

**حدیث**۔ جب آخری زمانہ ہو اور خیالات فاسدہ مختلف ہونے لگیں تو تم دیہاتیوں اور عورتوں کا طریقہ دینیہ اختیار کرنا حفنی نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جب بدعات اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوں اور فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کثرت سے ہونے لگے تو تم دیہاتیوں اور عورتوں کے جو کہ مقلد محض ہوتے ہیں اعتقاد کو اختیار کرنا اور ان کتابوں کا مطالعہ مت کرنا تاکہ گمراہ نہ ہوجاؤ عزیزی نے علقمی سے نقل کیا ہے کہ دیہاتیوں اور عورتوں کے اعتقاد کو اختیار کرنا کہ وہ باری تعالیٰ کو واحد لاشریک لہ اعتقاد کرتے ہیں (اور اس میں تدقیق نہیں کرتے) اور مناوی نے نقل کیا ہے کہ ان کے اعتقاد کو اختیار کرو کہ اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد کو بطریق تقلید قبول کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں **ف** یہ حدیث اوسی طریق پر دلالت کرتی ہے

(باقی آئندہ)

ولیس آخر الزمان قید اللحکم فان الحکم دائم وانما ذکرہ لعدم وقوع ضرورۃ ھذا الاھتمام فی خیر القرون۔

جس پر صوفیہ قائم ہیں کہ اصلی اہتمام اعمال کا کرتے ہیں اور علوم میں سے قدر ضروری پر اکتفا کرتے ہیں (خواہ علی العین ضروری ہو خواہ علی الکفایہ) اور زوائد علوم میں خوض نہیں کرتے اور آخری زمانہ یہ اس حکم کی قید نہیں کیونکہ یہ حکم دائم ہے صرف اسلئے اسکا ذکر کیا ہے کہ خیر القرون میں اسکے اہتمام کی ضرورت واقع نہ ہوئی تھی۔ (اوسوقت سب ایسے ہی تھے)

٦١ اتخاذ امساک المال لمن احتاج الی الاموال

**الحدیث** - اذا کان فی آخر الزمان لا بد للناس فیہا من الدراھم والدنانیر یقیم الرجل بھا دینہ ودنیاہ (طب) عن المقدام (رض) **ف** ومن ثم تری بعض اھل الطریق یدخرون قدر الضرورۃ من المال حذرا عن التشویش والطبائع مختلفۃ فی التشویش بعدم المال وعدمہ واعظم معین علی المقصود اجتماع الخواطر وھو یتفاوت باختلاف الطبائع فمنہم من یجتمع ھمہ بوجود المال ومنہم من ینتشر ھمہ بہ وللعیال وفقد ھو ایضاً مدخل فیہ وبہ یجمع بین النصوص المرجحۃ للفقر ورعایۃ الغنی کحدیث الشیخین من قولہ علیہ السلام خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی وکحدیث ابی داؤد من قولہ علیہ السلام جھد المقل لمن سالہ

**حدیث** - جب آخر زمانہ ہوگا (یعنی خیر القرون کے بعد) اوسوقت لوگوں کے لئے دراہم ودنانیر ضروری ہوجاویں گے جس سے آدمی اپنے دین اور دنیا کو قائم رکھ سکے گا (بخلاف خیر القرون کے کہ اکثر طبائع میں توکل کی قوت تھی اور عام طبائع میں اہل توکل کی خدمت کا اہتمام تھا اسلئے ذخیرہ رکھنے کی حاجت نہ تھی) **ف** اور اسی جگہ سے تم بعض اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ ضرورت کی قدر مال جمع رکھتے ہیں تاکہ تشویش سے بچے رہیں اور طبائع آپس میں مختلف ہیں بعض کو مال کے نہ ہونے سے تشویش ہوتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی اور مقصود (طریق) پر بڑی معین چیز جمعیت خاطر ہے اور یہ طبائع کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے بعضے ایسے ہیں جنکے خیالات مال کے ہونے سے

عدم الغلو فی المجاہدہ

**الحدیث** - اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لا یدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ (مالک ق د ت ہ) عن عائشۃ - **ف** دل علی مادل علیہ الحدیث المار قریبا اولہ اذا قام احدکم من اللیل من التعدیل فی المجاہدۃ -

**حدیث** - جب تم میں کوئی شخص اونگھنے لگے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو اوسکو چاہیئے کہ سو رہے یہانتک کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب کوئی اونگھنے میں نماز پڑھے گا اوسکو کیا خبر شاید ارادہ کرے استغفار کا پھر اپنے کو کوسنے لگے (مثلا اللھم اغفرلی کہنا چاہا اور غلبہ نعاس سے اللھم اعفرلی کہنے لگا یعنی بجائے غین معجمہ کے عین مہملہ نکل جائے جس کے معنی ہیں کہ مجھکو خاک میں ملادے) **ف** یہ حدیث بھی اوسی مضمون پر دال ہے جس پر وہ حدیث دال ہے جو قریب ہی گذری ہے جسکا شروع یہ ہے اذا قام احدکم من اللیل اپنے اور وہ مضمون تعدیل فی المجاہدہ ہے۔

اختلاف احوال الذکر باختلاف احوال الذاکرین

۶۴ **الحدیث** - اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم تراؤن (طب) عن ابن عباس (رض) **الحدیث** ج اذکروا اللہ ذکرا خاملا قیل وما الذکر الخامل قال الذکر الخفی (ابن المبارک فی الزھد) عن ضمرۃ بن حبیب مرسلا (رض) فی العزیزی یوخذ من کلام المناوی انہ حدیث حسن لغیرہ **ف** یوخذ من المجموع ما علیہ الصوفیۃ ان کلا مامور بما ھو الاصلح الانفع لہ وقد جرب ان فی ابتداء السلوک الذکر الجھر اذ انہ لکونہ انشط علی العبادۃ و فی غیرہ الابتداء

**حدیث** - اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو کہ منافقین (یعنی بد دین معترضین) یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو - **دوسری حدیث** اللہ تعالیٰ کا ذکر گمنام طور پر کرو عرض کیا گیا کہ گمنام طور پر ذکر سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ ذکر خفی **ف** مجموع حدیثین سے وہی امر ماخوذ ہوتا ہے جسپر صوفیہ ہیں کہ ہر شخص کو وہی حکم ہے جو اوس کے لئے انفع و اصلح ہو (پس بعض کے لئے جہر نافع ہے بعض کو خفی) اور تجربہ ہوا ہے کہ ابتداء سلوک میں تو جہر زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ اس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے

(باقی آئندہ)

الذکر الخفی افضل لسلامتہ من نحو ریاء ودل الاول ایضاً علی ان خوف الرمی بالریاء لیس عذرا فی ترك الذکر

(جس کی ابتدا میں زیادہ حاجت ہے اور غیر ابتدا میں خفی زیادہ افضل ہے کیونکہ اسمیں ریاء کا خطرہ نہیں اور پہلی حدیث اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریاء سے ذکر ترک نہ کرے (ہمارے حضرت مرشد علیہ الرحمۃ بکثرت یہ ارشاد فرماتے تھے۔

**الحدیث**۔ استکثر من الناس من دعاء الخیر لك فان العبد لایدری علی لسان من یستجاب له او یرحم (خط) فی روایۃ مالك عن ابی هریرۃ (رض)، **ف** اکثر من یعمل به الصوفیۃ فانہم یطلبون الدعاء من کل مسلم۔

**حدیث**۔ لوگوں سے دعائے خیر کثرت سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں کس کی زبان پر اس کے لئے دعا قبول ہو جاوے یا اسپر رحمت ہو جاوے **ف** سب سے زیادہ اسپر صوفیہ عمل کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں۔

۶۵

**الحدیث** ۲ استکثروا من الاخوان فان لکل مومن شفاعۃ یوم القیامۃ ابن النجار فی تاریخہ عن انس (رض) **ف** هذا هو المصلحۃ فی عادۃ بعض المشائخ من التوسع فی قبول البیعۃ کما کان علیہ شیخی رح وکان یصرح بهذا الرجاء ومنہم من یضیق فیہ غیرۃ فی الدین وامتحانا للطالبین ولکل وجهۃ هو مولیها۔

**حدیث**۔ بہت سے بھائی بنالو کیونکہ ہر مومن کے لئے قیامت کے روز ایک شفاعت ہوگی (شاید وہ شفاعت تمہارے ہی حق میں ہو جاوے (اور وہ تعارف سے ہوگی) **ف** اور یہی مصلحت ہے بعض مشائخ کے اس معمول میں کہ وہ قبول بیعت میں توسع کرتے ہیں جیساکہ میرے حضرت شیخ رح کا یہی معمول تھا اور اسی امید (مذکور) کی تصریح فرمایا کرتے تھے اور بعض مشائخ اس میں تنگی فرماتے ہیں غیرت فی الدین اور امتحان طالبین کے لئے اور ہر ایک کی ایک سمت توجہ ہے کہ وہ اوس کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔

**الحدیث**۔ اسلموا ان کنت کارهاً (ع)

**حدیث**۔ مسلمان ہو جا اگرچہ بے رغبتی سے ہو

والضیاء عن انس (صحیح) قال الحفنی خاطب به النبی صلی اللہ علیه وسلم رجلاً کارھا للاسلام باقرارہ له صلی اللہ علیه وسلم قوله کارھا ای فی ذلك الوقت فببرکة الشهادة یحصل الانشراح بعد **ف** ومن ثم تری المحققین من اهل الطریق لا یضیقون الامر علی المبتدئین ویقبلون منهم کل عمل خیر وان لم یصف عن الکدورة ثم اذا اعتادوہ استقام وکان کما ینبغی۔

حفنی نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص سے فرمایا تھا جسکو اسلام سے یعنی اس سے کہ آپ کی نبوت کا اقرار کرے کراہت تھی تو اوسوقت تو کراہت تھی مگر شہادت کی برکت سے بعد میں انشراح بھی حاصل ہو جاویگا **ف** اس مقام سے تم اہل طریق کے محققین کو دیکھتے ہو کہ وہ مبتدیوں پر سخت گیری نہیں کرتے اور اون سے ہر عمل خیر کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ عمل کدورت سے صاف نہ ہو (یعنی اوس میں خلوص نہ ہو) پھر جب اون مبتدیوں کو اُسکی ۶۶ عادت ہو جاتی ہے تو وہ عمل ٹھیک ہو جاتا ہے اور جیسا ہونا چاہیئے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے

فضل الاهتمام بالدین مع الاهتمام بالدنیا

**الحدیث**۔ اعظم الناس هما المؤمن یهتم بامر دنیاہ وامر اخرته (ہ) عن انس (ض) **ف** دل علی فضل الهم اذا کان عن ضرورة ولو بالدنیا فهو احدی طریق الوصول الی اللہ کما ان الفراغ عن الهموم احدی طرق ومن ثم تری المحققین من اهل الطریق لا یرجحون الفارغ علی المشغول للضرورة بل قد یفوق المشغول علی الفارغ لکونه اشد مجاهدة۔

**حدیث**۔ سب سے اعظم اہتمام میں مومن ہے، کہ اپنی دنیا کا بھی اہتمام کرتا ہے اور اپنی آخرت کا بھی **ف** اس سے فکر (و اہتمام) کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جب ضرورت سے ہو اگرچہ دنیا ہی کے متعلق ہو (حظوظ نفس و فضول کے لئے نہ ہو) پس یہ بھی ایک طریق ہے وصول الی اللہ کا جیسا (بعض کے لئے) فراغ عن الافکار اوسکا ایک طریق ہے اور اسی مقام سے تم محققین اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ فارغ (عن التعلقات) کو مشغول (بالتعلقات) پر جب یہ شغل ضرورت سے ہو ترجیح نہیں دیتے بلکہ کبھی مشغول کو

فارغ پر فوقیت ہوجاتی ہے کیونکہ یہ مجاہدہ میں اشد ہے (کہ باوجود افکار دنیوی کے کہ بعض اوقات وہ مانع ہوجاتے ہیں دین کا اہتمام کرتا ہے)

ح ۶ رعایۃ السہولۃ فی المعاشرات

**الحدیث** - اعظم العیادۃ اجرا اخفہا والتعزیۃ مرۃ (البیہقی) وفی الجامع الصغیر بروایۃ البزار عن علی واقتصر علی الجزء الاول فقط ورد العزیزی علی من رواہا بالموحدۃ بدلیل تعقیبہ فی روایۃ بقولہ والتعزیۃ مرۃ **ف** دل الحدیث بجزئیہ علی رعایۃ السہولۃ فی المعاشرات فان تطویل القعود عند المریض قد یثقل علیہ وکذا تکرار التعزیۃ تذکیر للحزن والمطلوب انساءہ ولذلک شرعت التعزیۃ التی حقیقتہا التسلیۃ لیخف اثر الحزن فتذکیرہ مرۃ بعد مرۃ ہدم لموضوعہا وامثال ہذہ الرعایۃ کالامور الطبعیۃ للقوم کما ہو مشاہد۔

**حدیث** - سب میں بڑا اجر اوس عیادت کا ہے جو ہلکی پھلکی ہو اور تعزیت ایکبار ہونا چاہیئے **ف** یہ حدیث اپنے دونوں جزوں سے معاشرات میں سہولت کی رعایت پر دال ہے کیونکہ مریض کے پاس دیر تک بیٹھنا بعض اوقات اوسپر ثقیل ہوتا ہے اور اسی طرح تعزیت کا بار بار کرنا غم کا یاد دلانا ہے اور مطلوب (شرع میں) غم کا دل سے اتارنا ہے اور اسی (مصلحت کے) لئے تعزیت مشروع ہوئی ہے جس کی حقیقت (لغویہ و شرعیہ) ازالہ غم ہے تاکہ حزن کا اثر خفیف ہوجاوے 67
پس اوسکا بار بار یاد دلانا اوسکے موضوع کو منہدم کرنا ہے اور ایسی رعایتیں حضرات صوفیہ کے مثل امور طبعیہ کے ہیں جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

ح ۷ الاہتمام بعزۃ الدین

**الحدیث** - اعز امر اللہ یعزک اللہ (للدیلمی) **ف** المراد بالامر الدین وقد یلتبس ہذا الاعزاز بالکبر علی بعض من لا یتامل فینکر علی اہل اللہ فی بعض معاملاتہم۔

**حدیث** - دین کی عزت کر (یعنی ایسا کوئی کام مت کر جس سے دین کی سبکی ہو) اللہ تعالیٰ تجھکو عزت دیگا **ف** کبھی یہ اعزاز دین بعض ایسے لوگوں کی نظر میں جو تامل سے کام نہیں لیتے کبر سے ملتبس ہوجاتا ہے پس وہ لوگ اہل اللہ پر اونکے بعض معاملات میں نکیر (و اعتراض) کرنے لگتے ہیں۔

ف عدم اشتراط قطع الاسباب للتوکل

**الحدیث**۔ اعقلہا و توکل (للترمذی)
**ف** دل علی ان التوکل لا یتوقف علی
قطع الاسباب و انما یحمد فی بعض
الاحوال لبعض الاشخاص والتفصیل
مقام آخر۔

ف [illegible]

**الحدیث**۔ اعدی عدوك نفسك
التی بین جنبیك (للبیہقی) **ف**
مشہور بین الصوفیۃ وھذا
ھو المقصود من ایرادہ لئلا
یظن ان لیس لہ اصل۔

۶۸ ف التوسط بین التکلف والتوسع

**الحدیث**۔ اغسلوا ایدیکم ثم
اشربوا فیہا فلیس من اناء اطیب
من الید (ذھب) عن ابن عمر
(رض) **ف** دل علی ترك التکلف
لکن مع النظافۃ فان الشرب من
الایدی ترك للتکلف وغسلہا
تحصیل للنظافۃ وھذا ھو الوسط
بین طرفی التکلف والتدنس
المذمومین۔

ف [illegible]

**الحدیث** ج اغسلوا ثیابکم وخذوا
من شعورکم واستاکوا وتزینوا وتنظفوا
فان بنی اسرائیل لم یکونوا یفعلون
ذلك فزنت نساءھم ابن عساکر

**حدیث**۔ اونٹنی کو باندہ دے اور (پھر)
توکل کر **ف** یہ حدیث اسپر دال ہے کہ
توکل قطع اسباب پر موقوف نہیں البتہ بعض
احوال میں بعض اشخاص کے قطع اسباب بھی
محمود ہے اور اوسکی تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے
**حدیث**۔ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا
نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان
میں ہے **ف** یہ حدیث صوفیہ میں مشہور
ہے اور یہاں اسکے وارد کرنے سے یہی مقصود
ہے تاکہ اوسکو بے اصل نہ سمجھا جاوے۔
**حدیث**۔ اپنے ہاتھوں کو دہو کر انہیں
پانی پیا کرو اسلئے کہ کوئی برتن ہاتھ سے
زیادہ پاکیزہ نہیں ہے **ف** یہ حدیث
ترک تکلف پر دال ہے لیکن مع نظافت
کے اس لئے کہ ہاتھ میں لیکر پانی
پینا ترک تکلف ہے اور اونکا دہونا
تحصیل ہے نظافت کی اور یہی اعتدال
ہے درمیان دو طرفوں کے ایک تکلف
دوسرا میلا کچیلا ہونا جو کہ دونوں مذموم ہیں۔
**حدیث**۔ اپنے کپڑے دہو لیا کرو اور
اپنے بال لے لیا کرو اور صفائی رکھا کرو
کیونکہ اکثر بنی اسرائیل ایسا نکرتے تھے
بلکہ میلے کچیلے رہتے تھے۔ شاید اس کو

(باقی آئندہ)

عن علی (رض)، **ف** فیہ مطلوبیۃ القدر الضروری من الزینۃ واحدی حکمہ ما ھو مذکور فی الحدیث ومنہا اظہار نعمۃ اللہ کما یظہر من غیر حدیث

رہتے تھے۔ شاید اسکو زہد سمجھتے ہوں) سو اون کی عورتیں زنا کرنے لگیں (کیونکہ خاوندوں سے اونکو نفرت ہوئی اور دوسرے زینت کرنے والوں کی طرف رغبت کرنے لگیں) **ف** اس سے ضروری زینت کا مطلوب ہونا معلوم ہوئی اور اسکی ایک حکمت تو وہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے (اور یہ حکمت خاص بی بی والوں کے لئے ہے) اور دوسری حکمت اظہار ہے حق تعالیٰ کی نعمت کا جیسا متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے (اور یہ حکمت عام ہے بی بی والوں کے لئے اور غیر بی بی والوں کے لئے)

**الحدیث** ج افضل الاعمال ان تدخل علی اخیک المومن سرورا او تقضی عنہ دینا او تطعمہ خبزا ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج (ھب) عن ابی ھریرۃ (عد) عن ابی ھریرۃ (ح) **ف** وھذا کلہ من ادوم اخلاق الصوفیۃ والزمہا لاسیما الاول منہا والثالث۔

۶۹ فضیلت اعمال تقیہ صوفیہ

**حدیث**۔ سب اعمال سے افضل (یعنی بعض اعتبارات سے) یہ ہے کہ تو اپنے بھائی مسلمان پر سرور کو داخل کرے یا اوسکی طرف سے کوئی دین ادا کرے یا اوسکو روٹی (مراد مطلق کھانا) کھلائے **ف** یہ سب صوفیہ کے اخلاق دائمہ لازمہ ہیں خاصکر اول وثالث۔

**الحدیث**۔ افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ (ت ن ہ حب ک) عن جابر (صح) **ف** ویلزم منہ ان افضل الذاکرین من لزم افضل الذکر وبھذا یثبت افضلیۃ الصوفیۃ من سائر الناس فان التزامہم ھذا الذکر معلوم ودل الجزء الثانی علی ان دعاء من کان

فضیلت صوفیہ بالتزام افضل الاذکار

**حدیث**۔ سب اذکار سے افضل لا الہ الا اللہ ہے اور سب دعاؤں سے افضل الحمد للہ ہے **ف** اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ذاکرین میں سب سے افضل وہ ہوگا جو اس افضل الاذکار کو لازم پکڑے اور اس سے صوفیہ کی افضلیت باقی لوگوں پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اونکا التزام اس ذکر پر معلوم ہے اور دوسرا جز جو اسپر دال ہے

يشتغل بالدعاء صورة لاشتغاله بالذكر لا ينكر عليه بترك الدعاء فان الذكر ايضا دعاء حقيقة وان لم يسم دعاء في العرف

کہ بعض بزرگ جو ظاہراً دعا میں مشغول نہیں ہوتے اسوجہ سے کہ وہ (زیادہ تر) ذکر میں مشغول رہتے ہیں اس ترک دعا سے اون پر نکیر نہ کی جاویگی کیونکہ ذکر بھی (جس میں وہ مشغول ہیں) دعا ہی ہے حقیقۃً (چنانچہ الحمد للہ کو دعا فرمایا گیا ہے) گو عرف میں اسکو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

اصل اکرام اولاد الکرام

**الحديث** - افضل الناس مومن بين كريمين (طب) عن كعب بن مالك رض) **ف** هو اصل لما عليه القوم من الزيادة في اكرام اولاد الصلحاء كما هو مشاهد منهم فان الحديث رجح اولاد الكرام على سائر العوام - ۷۰

**حدیث** - سب لوگوں سے افضل وہ مومن ہے جو دو کریموں کے درمیان ہو (یعنی اوسکے ماں باپ متقی ہوں لان الکرم ہو التقوی وقال تعالی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) **ف** یہ حدیث صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے کہ وہ بزرگوں کی اولاد کی زیادہ تعظیم کرتے ہیں جیسا مشاہدہ ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے -

عمل بالرخص

**الحديث** - افضل امتي الذين يعملون بالرخص (ابن لال) عن عمر رض) **ف** ليس المراد ان الرخص افضل من العزائم وانما هذه الفضيلة لاحدى العوارض فمنها العجب بالعمل بالعزائم وهذا موكول الى راى الشيخ لا الى راى المريد ومنها تسويل النفس تركها لعدم المشقة فيها ومنها الشك في دليلها انه على الاخيرين الخفي وهذا كله فيما يجوز العمل فيه بالعزيمة واما

**حدیث** - میری امت میں افضل وہ لوگ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں **ف** اسکا یہ مطلب نہیں کہ رخصت عزیمت سے افضل ہے یہ فضیلت رخصت کی صرف کسی عارض کی وجہ سے ہے ایک عارض یہ ہے کہ عزائم پر عمل کرنے سے عجب پیدا ہو جاوے اور یہ شیخ کی رائے پر ہے مرید کی رائے پر نہیں اور ایک عارض یہ ہے کہ نفس اوسکے ترک کو اس لئے ترجیح دے کہ اوس میں مشقت نہیں (اور نفس یہ کہے کہ اجر ہوتا ہے

مالا یجوز فیہا بالعزیمۃ فان العزیمۃ ہنالک ہی الرخصۃ وھذا کلہ مما یمارسہ القوم علماً و عملاً۔

مشقت سے تو اوس میں ثواب کم ملیگا جیسے باوجود تیمم جائز ہونے کے وضو کی مشقت اٹھانے کے تیمم کا ثواب کم ہی حالانکہ جس محل میں وہ مشروع ہے اوسکا ثواب بھی وضو سے کم نہیں) اور ایک یہ ہے کہ اوس کی دلیل میں شک ہے جیسے اہل بدعت کو مسح خفین میں کلام ہے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے معارض ہے اسلئے اوسکی دلیل مرجوح ہے حالانکہ اوس کی دلیل بھی قطعی ہے اور مخصص ہے قرآن کی (اخیر کے دو عارض پر حنفی متنبہ کیا ہے اور یہ سب اوس صورت میں ہے جہاں عزیمت پر بھی عمل جائز ہے باقی جس میں عزیمت پر عمل جائز نہیں وہاں تو یہی عزیمت ہے کہ رخصت پر عمل کیا جاوے (جیسے حنفیہ کے نزدیک قصر) اور یہ سب صوفیہ کی مزاولت میں ہے علماً بھی عملاً بھی۔

**الحدیث** ج افضلکم الذین اذا راؤا ذکر اللہ تعالی لرؤیتہم (حکم عن انس رض) **ف** فی حاشیۃ الحفنی اذا رؤا بالبصر او البصیرۃ اھ فعم زیارتھم وذکرھم وھذا احد علامات الولایۃ حیث یغلب علی القلب ذکر اللہ والتوجہ الیہ بزیارتھم وذکرھم۔

**حدیث**۔ تم میں سے سب سے افضل وہ لوگ ہیں کہ جب اُنکو دیکھا جاوے تو اللہ یاد آجاوے اُن کے دیکھنے سے **ف** حاشیہ حفنی میں ہے کہ یہ دیکھنا خواہ بصر سے ہو (جسکو دیکھنا کہتے ہیں) خواہ بصیرت سے ہو (جسکو خیال کہتے ہیں) اھ پس یہ حدیث عام ہوئی اونکے دیکھنے کو اور اونکے تذکرہ کو (کیونکہ تذکرہ سے انکا خیال آجاتا ہے) اور یہ علامات ولایت میں سے ایک علامت ہے کہ اونکے زیارت اور اُنکے تذکرہ سے حق تعالیٰ کی یاد اور اُس کی طرف توجہ کا قلب پر غلبہ ہو جاتا ہے۔

۱۷ افضلکم الذین اذا راؤا ذکر اللہ

**الحدیث**۔ افضل الدین الورع (للضیاء[۱] او ابن ضریس) **ف** و من ثم

**حدیث**۔ دین (کے اجزاء) میں سب سے افضل ورع (یعنی معاصی سے بچنا) ہے

افضل الدین الورع

[۱] وجہ التردد ان المکتوب فی النسخۃ ض ولیس من الرموز فہو اما ضا للضیاء او ضر لابن ضریس ۱۲

ملہ قال الحفنی الہادیہ

نری العارفین یعتنون به اشد اعتناء اکثر من تکثیر الاعمال والعامة لا یلتفتون الیه ولا یعدونه من الکمالات

**ف** اسی جگہ سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ اوسکی طرف اشد درجہ کی توجہ تکثیر اعمال سے بھی زیادہ کرتے ہیں اور عوام اُسکی طرف التفات بھی نہیں کرتے اور اسکو کمالات میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت عدمی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

حدیث الذنوب والدین

**الحدیث** - اقل من الذنوب یهن علیك الموت واقل من الدین تعش حرًّا (هب) عن ابن عمر **ف** وهذا مشاهد فی القوم یجدون الموت حین تفکرهم فیه هیناً لافاضة الانوار علی قلوبهم بسبب الطاعة بخلاف العاصی اذا تفکر فیه وجده صعبا لوحشیته من ذنوبه ۷۲ وکذلك یعیشون احراراً لایتذللون للمخلوق کما یتذلل من علیه الدین لمن له الدین -

**حدیث** - گناہ کم کر (یعنی مت کر) تجھپر موت آسان ہوجاویگی اور قرض کم کر (دینے مت کر) تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا **ف** اور صوفیہ میں اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ وہ جب موت کا خیال کرتے ہیں تو اُن کو سہل معلوم ہوتی ہے کیونکہ طاعت کے سبب اونکے قلوب پر انوار فائض ہوتے ہیں (اُن کی برکت سے اُن کو موت سے وحشت نہیں ہوتی) بخلاف عاصی کے وہ جب موت کا خیال کرتا ہے وہ اُس کو وحشت ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزاد رہکر زندگی بسر کرتے ہیں کسی مخلوق کے سامنے تذلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرضدار قرضخواہ کے سامنے تذلل اختیار کرتا ہے (مطلب یہ کہ ذلت کی جڑ احتیاج ہے وہ کسی احتیاج کا علاقہ نہیں رکھتے)

اصل التواجد

**الحدیث** - اقرأوا القرآن بالحزن فانه نزل بالحزن (للطبرانی) **ف** فیه اصل التواجد اذا لم یکن ریاءً بل یکون استجلاباً للخشوع وکون الحزن الاختیاری تواجداً ظاهرٌ -

**حدیث** - قرآن مجید غمگینی کے ساتھ پڑھو کیونکہ وہ غمگینی ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے **ف** اس میں اصل ہے تواجد کی بشرطیکہ ریا سے نہو بلکہ تحصیل خشوع کے لئے ہو اور حزن اختیاری کا تواجد ہونا ظاہر ہے

(باقی آئندہ)

کیونکہ وجد غیر اختیاری ہوتا ہے اور یہاں وجد اختیاری ہے ورنہ مامور بہ نہ ہوتا)

**الحدیث** - اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود (للامام احمد فی مسندہ) **ف** وھذا ھو المشاھد فی ائمۃ الطریق تنزیلاً للناس منازلھم واما المغلوبون من القوم فیسوون بین ذوی الھیئات وغیرھم ویُعذرون للغلبۃ وعامۃ الناس یرجحون الآخرین علی الاولین جھلا منھم۔

**حدیث** - اہل وجاہت کی لغزشیں معاف کر دیا کرو بجز حدود کے **ف** اہل طریق میں جو مقتدا ہیں ان میں یہی امر مشاہدہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مرتبہ پر رکھتے ہیں باقی مغلوب درویش وہ اہل وجاہت اور غیر اہل وجاہت میں مساوات رکھتے ہیں اور یہ بھی معذور ہیں بوجہ مغلوب ہونے کے مگر عام آدمی ان مابعد والوں کو ماقبل والوں پر ترجیح دیتے ہیں جسکا سبب ناواقفی ہے۔

**الحدیث** - اکبر امتی الذین لم یعطوا فیبطروا ولم یقتر علیھم فیسالوا (تخ) والبغوی وابن شاھین عن الجذع الانصاری (ح) **ف** ھذا ھو التعدیل الذی یرشد الیہ المحققون من القوم ویأمرون السالک بان لا ینھمکوا فی کسب غیر الموجود بالتجاوز عن حد الضرورۃ ولا یضیعوا الموجود فیتشوشون فیتذللون۔

**حدیث** - میری امت میں سب سے بڑے (درجہ میں) وہ لوگ ہیں جن کو نہ تو اتنا مال ملا ہو جس سے وہ اترانے لگیں اور نہ ان پر اتنی تنگی کی گئی ہو جس سے (وہ لوگوں سے) مانگنے لگیں (یہ مانگنا عام ہے خواہ صریح طور پر ہو خواہ ترکیبوں سے ہو) **ف** یہی وہ اعتدال جس کی طرف صوفیہ محققین رہبری کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں کہ جو چیز اپنے پاس موجود نہ ہو اوسکے کمانے میں اتنا انہماک نہ کریں کہ حد ضرورت سے آگے بڑھ جاویں اور جو چیز اپنے پاس موجود ہو اُس کو ضائع نکریں جس سے مشوش ہو جاویں اور ذلت اختیار کریں (یعنی طمع وحرص اور عرض حاجت میں مبتلا ہو جاویں)

**الحدیث** - اکثر من اکلۃ کل یوم

**حدیث** - ایک دن میں ایک بار سے

تحقیق الاکل مرتین فی یوم واحد

سرف هب عن عائشة - واورده في كنز
العمال ايضا برمن هب عن عائشة وضعفه
وزاد فيها والله لا يحب المسرفين و
ورد في الجامع الصغير في حرف الكاف
من فعله صلى الله عليه وسلم بلفظ كان
اذا تغدى لم يتعش واذا تعشى لم يتغد
برمز (حل) عن ابي سعيد وكتب
الى جنبه علامة (صح) لكن الغالب
انه تصحيف لانه صرح العزيزي في
العبارة بانه اسناد ضعيف فيقدم الصريح
على الرمز وكان هذا تحقيقا لثبوت
الحديث واما تحقيق مدلوله فهو ان ۴۷
بعض اهل الزهد تعلق بظاهر لفظه
وادعى كراهة الاكل كل يوم مرتين
ولا يصح التعلق لا ثبوتا ولا دلالة اما
الاول فلضعفه والكراهة من الاحكام
فلا تثبت بالضعيف وان لم يثبت
ما يعارضه فلو ثبت فيما الاولى وقد ثبت
قولا وفعلا اما الاول فيكفيك الحض
على السحور والافطار ويكونان في يوم
واحد واما الثاني ففي جمع الفوائد
في كتاب الزهد برواية الترمذي
ما اكل آل محمد اكلتين في يوم واحد

زیادہ کھانا اسراف ہے اور ایک روایت
میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالی اسراف
کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتے اور کنز العمال
میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور
ایک روایت میں (فعلی حدیث) ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو
کھانا نوش فرماتے تو شام کو نوش نہ فرماتے
اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نوش
نہ فرماتے اور عزیزی نے اس حدیث کو
ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث کے ثبوت
کی تحقیق ہے (کہ ضعیف ہے) باقی اسکے
مدلول کی تحقیق وہ یہ ہے کہ بعض اہل زہد
نے اس کے ظاہر الفاظ سے تمسک کرکے
دعوی کیا ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا
مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہ تمسک
صحیح نہیں نہ ثبوتا نہ دلالۃ۔ ثبوتا تو اسلئے
کہ حدیث ضعیف ہے (جیسا ابھی گذرا)
اور کراہۃ منجملہ احکام کے ہے پس
حدیث ضعیف سے وہ ثابت نہ ہوگی اگرچہ
کوئی اسکا معارض بھی ثابت نہو اور اگر
معارض بھی ثابت ہو جاوے تو بدرجۂ
اولی (کراہۃ ثابت نہو گی) اور (یہاں)
معارض ثابت ہو چکا ہے قولا بھی فعلا بھی

الا احدهما تمر ففيه تصريح بان الاكل
مرتين في يوم واحد لا يعاب في بيته
صلى الله عليه وسلم فكيف يحكم عليه
بالكراهة اما الثاني اي دلالة الحديث
على الكراهة فيظهر حاله بالتامل في
الفاظ الحديث فانه عللها بكونه اسرافا
والاسراف لا يجتمع مع الحاجة والاباحة
فيحمل الحديث على ما اذا اكل مرة ثانية
من غير جوع كما هو عادة المترفين الخادمين
للبطن يأكلون اداء لحق الوقت
كان الوقت سبب لوجوب الاكل كما هو
سبب لوجوب الصلوة واما من اكل
للحاجة فلا شناعة فيه اصلا حتى ان من
احتاج الى اكثر من مرتين لعارض المرض
او النقاهة لا حرج في اكثر من مرتين
ايضا ويحمل حديث اذا تغدى لم يتعش الخ
على عدم وجدان الغداء والعشاء في
اكثر الاحوال فكان بيانا لما كان عليه
رسول الله صلى الله عليه وسلم من ضيق
المعيشة كما روى الشيخان عن عائشة
رضي الله عنها قالت لقد مات النبي
صلى الله عليه وسلم وما شبع من خبز
و زيت في يوم واحد مرتين الا على ترك

قولی ثبوت میں تو یہ بات کافی ہے کہ سحر و
افطار کی ترغیب دی گئی ہے اور ظاہر
ہے کہ) دونوں ایک ہی دن میں ہوتے
ہیں اور فعلی ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں
ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دوبار
کھانا کھایا ہے تو ادن میں ایک بار کا
کھانا خرما ضرور ہوا ہے اس میں تصریح
ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا آپ کے
دولت خانہ میں معیوب نہیں تھا تو اسپر
کراہتہ کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے رہا
امر ثانی یعنی حدیث کی دلالت کراہتہ پر ۷۵
سو اسکا حال خود حدیث کے الفاظ میں
غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکی
علت اسراف فرمائی گئی ہے اور اسراف
حاجت اور اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا
پس حدیث اُس صورت پر محمول ہوگی
جبکہ دوسری بار بدون بھوک کے کھائے
جیسا اہل تنعم خادمان شکم کی عادت ہے
کہ محض ادائے حق وقت کے لئے کھاتے
ہیں گویا وقت سبب ہے وجوب اکل کا
جیسا وقت سبب ہے وجوب صلوۃ کا
باقی جو شخص حاجت کے سبب کھاوے

الغداء او العشاء عمدًا فتنبه واحذر ان تقع فی الافراط والتفریط واللہ اعلم

اوس میں کچھ بھی شناعت نہیں حتی کہ اگر کسی شخص کو دو بار سے زائد کھانے کی حاجت ہو کسی مرض یا نقاہت کے سبب اُس کے کئے دو بار سے زائد کھانے میں بھی حرج نہیں یا اُس حدیث کو کہ صبح کو کھا کر شام کو نوش نہ فرماتے اور بالعکس اِس پر محمول کیا جاوے کہ اکثر احوال میں کھانا موجود نہ ہوتا تھا پس اس حدیث میں اُس تنگی کا بیان ہوگا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثری حالت تھی جیسا بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ایک دن میں دو بار روٹی اور روغن زیتون سے آپ شکم سیر نہیں ہوئے اور حدیث اس پر محمول نہیں کہ آپ قصداً صبح و شام کا کھانا ترک فرما دیتے تھے۔ اچھی طرح سمجھ لو اور افراط و تفریط میں واقع ہونے سے احتیاط کرو واللہ اعلم۔

۷۶ **الحدیث**۔ اکثروا ذکر اللہ حتے یقولوا مجنون (حم ع حب ك هب) عن ابی سعید (ح) **الحدیث** اکثروا ذکر اللہ تعالی یقول المنافقون انکم مراؤن (ص حم) فی الزهد (هب) عن ابی الجوزاء مرسلًا (ض) **ف** هذان الحدیثان قریبا باختلاف یسیر فی الالفاظ احدهما بعد حدیث اذا کان فی آخر الزمان والآخر بعد حدیث اذا نعس وبینهما الفصل بحدیثین وقدم ما فیهما من الفوائد فلا حاجة الی عادتهما نعم رایت فی حاشیة

**حدیث**۔ ذکر اللہ کثرت سے کرو یہانتک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں **حدیث** ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ ریا کار کہنے لگیں **ف** دونوں حدیثیں تھوڑے تفاوت سے قریب ہی گذری ہیں ایک تو اس حدیث کے بعد اذا کان فی آخر الزمان دوسری اس حدیث کے بعد اذا نعس اور دونوں کے درمیان دو حدیث کا فصل ہے اور دونوں کے متعلق فوائد بھی گذر چکے ہیں انکے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ میں نے حاشیہ حفنی میں بعض زائد فوائد دیکھے ہیں

بعض الفوائد المتعلقة بالذکر من الحفنی

باقی آئندہ

الحقنی بعض الزوائد وان لم یکن مدلول
الحدیث لکن لہ التعلق بہ فرأیت نقلہ
متمما للفائدۃ فقال فی الحدیث الاول
اکثر واذکر اللہ ای بای نوع کان
والاولی لاہل النفوس الامارۃ لا الہ
الا اللہ فان لہا سرا عجیبا فی التطہیر
ولذا اختارہا اولیاء اہل اللہ الملقنون
للاذکار فانہا کالسیف القاطع ولا سیما
عن شیخ وقال فی الحدیث الثانی اکثروا
ذکر اللہ الخ ولذا کان السلف یلقن بعضہم
بعضا الذکر لاخذ ذلک بالحدیث المسلسل
فاذا لقن الشیخ تلمیذہ انہزت تلک السلسلۃ
وفاض علیہ النور منہا بقدر اعتقادہ فی
شیخہ وینبغی للذاکر ان یبتدئ بالنفی
من جہۃ یمینہ لان الشیطان فیہا ویذکر
لفظ اللہ جہۃ یسارہ لان القلب جہۃ
یسارہ فالتحرک فی الذکر وارد عن السلف
بخلاف التحرک فی قراءۃ القرآن والعلم
فالاولی ترکہ ای تقصدہ خلاف الاولی
فان غلب الحال علی الشخص فلا بأس بہ
ویسن الجہر بالذکر حیث لم یخف ریاء ولم
یشوش علی نائم والا اسر فلا یطلق
القول وذلک لان الجہر ینشط ولذا قال

گو وہ حدیث کے مدلول نہیں لیکن اُسکے
متعلق ہیں اُن کا نقل کرنا تتمیم فائدہ کیلئے
مناسب معلوم ہوا سو حدیث اول کے تحت
میں اونھوں نے کہا ہے کہ ذکر کی کثرت کرو
جس طرح ہو اور نفس امارہ والوں کے لئے
لا الہ الا اللہ کا ذکر زیادہ اولی ہے اس میں
تطہیر کے لئے سر عجیب ہے اسی لئے اہل اللہ
نے جو کہ ذکر کی تلقین کرتے ہیں اس کو
اختیار کیا ہے وہ شمشیر براں کیطرح ہے خصوص
جب کسی شیخ کی طرف سے تلقین ہو اور
حدیث ثانی کے تحت میں کہا ہے کہ اسی لئے
سلف ایک دوسرے کو ذکر کی تلقین کرتے
تھے کیونکہ اس میں (گویا) حدیث مسلسل کو
اخذ کرنا ہے پس جب شیخ اپنے مرید کو تلقین
کرتا ہے وہ سلسلہ حرکت کرتا ہے اور جتنا
شیخ سے اعتقاد ہوتا ہے اتنا ہی اُس سلسلہ
کا نور اُس پر فائض ہوتا ہے اور ذاکر کے
لئے مناسب ہے کہ لا الہ الا اللہ کو داہنی طرف
سے شروع کرے کیونکہ اس جہت میں شیطان
ہے (شاید یہ اس آیت سے ماخوذ ہو قالوا
انکم تاتوننا عن الیمین) اور الا اللہ کو بائیں
طرف ذکر کرے کیونکہ قلب بائیں جہت میں
ہے سو ذکر میں حرکت کرنا سلف سے منقول ہے

۷۷

شخص لشخص یذکر فی المسجد بحضرتہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا ریاء فقال صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ فانہ ھیم اھ قلت ولم ار ھذا الحدیث فلیحقق فقط

اور قرآن اور علم میں حرکت کا ترک اولیٰ ہے یعنی جو قصداً ہوا ور اگر کسی پر حال غالب ہو جاوے تو کچھ ڈر نہیں اور ذکر میں جہر مسنون ہے جب کہ ریاء کا خوف نہ ہوا ور اور کسی سونے والے (یا نماز پڑھنے والے) کو پریشانی نہ ہو ورنہ آہستہ کرے علی الاطلاق ایک ہی بات نہ کہدے کیونکہ جہر سے نشاط ہوتا ہے اسیواسطے کسی شخص نے دوسرے شخص کی نسبت جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ذکر جہر کرتا تھا یوں کہدیا کہ یہ ریا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اس کے حال میں رہنے دو یہ عاشق ہے اھ مگر میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی تحقیق کر لیا جاوے

**الحدیث**۔ الزم بیتك (طب) عن ابن عمر (ض) **ف** فیہ الحض علی العزلۃ قال الحفنی وھذا فی حق غیر المطہرین من الطالبین للوصول اھ قلت وفی حق المطہرین الطالبین لاستعداد الوصول کما اعتزل صلی اللہ علیہ وسلم عن الناس اول حالہ وفی حق الواصلین الفارین عن الفتنۃ اذا لم یتعینوا للاصلاح اولم یتوقعوا الاصلاح وحیث لایوجد ھذہ العوارض فالامر الاصلی ھو المخالطۃ للافادۃ والاستفادۃ کما نطقت بہ النصوص الکثیرۃ۔

۸۱ فضل العزلۃ لغیر الکمل

**حدیث**۔ اپنے گھر سے (یعنی جو اپنے رہنے کا ٹھکانا ہو اوس سے) چمٹا رہ (یعنی گھر سے بے ضرورت نہ نکل) **ف** اس میں ترغیب ہے گوشہ نشینی کی حفنی نے کہا ہے یہ اون لوگوں کے حق میں ہے جن کو طہارت نفس حاصل نہیں ہوئی اور وہ وصول کے طالب ہیں اھ میں کہتا ہوں کہ اور اون مطہرین (متقین) کے حق میں بھی ہے جو استعداد وصول کے طالب ہیں جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء حال میں لوگوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تھی اور اون واصلین کے حق میں بھی ہے جو فتنہ سے بھاگتے ہیں (یعنی فرار عن الفتنہ اونکی عزلت کا باعث ہے) مگر اوسمیں شرط یہ ہے کہ ان حضرات پر اصلاح کا مدار نہ ہو گیا ہو یا انکو اصلاح کی امید نہ رہی ہو

اور جس جگہ یہ عوارض نہ پائے جاویں تو امر اصلی یہی ہے کہ افادہ و استفادہ کے لئے مخالطت کی جاوے جیسے بکثرت نصوص ناطق ہیں۔

**الحدیث** - الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ (ھب) عن المطلب ابن عبداللہ (رض) و فی کنوز الحقائق برمز (ذ) و بلفظ اکرہ ان یکون فی دینکم **ف** قال العزیزی فالامر للاباحۃ اھ قلت لکن اذا نظرنا الی حکمۃ ھذا الامر من قولہ فانی اکرہ الخ ترجح کونہ للندب ولو بالغیر وھو ان یری الناس کون الدین سمحاً فیحبب الیھم وھو اقوی داع للعامۃ الی الدین ومن ثم تری المحققین لا یعبسون ولا یبسرون ویسیرون ولا یعسرون ویبشرون ولا ینفرون ویمزحون تارۃ ویشتغلون بالمباحات اخری ویراعون فی ھذا کلہ الاعتدال الا من غلب علیہ حال الھیبۃ فھو غیر مکلف بھذہ المصالح۔

**حدیث** - کچھ کھیل کود بھی لیا کرو میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی دیکھی جاوے **ف** عزیزی نے کہا ہے کہ یہ امر اباحۃ کے لئے ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب ہم اس امر کی حکمت پر نظر کرتے ہیں یعنی یہ ارشاد کہ میں پسند نہیں کرتا الخ تو اس امر کا ندب کے لئے ہونا راجح معلوم ہوتا ہے اگرچہ مندوب ہونا عارض کے سبب سے ہو گا اور وہ عارض یہ ہے کہ لوگوں کو دین کا سہل اور نرم ہونا نظر آوے اور
۷۹
اس کے سبب انکو دین سے محبت ہو جاوے اور عام لوگوں کے لئے یہ دین کی طرف بہت قوی داعی ہے اور اسی مقام سے تم محققین کو دیکھو گے کہ ناک منہ چڑھا کر نہیں بیٹھتے اور آسان برتاؤ رکھتے ہیں سختی کا برتاؤ نہیں کرتے اور بشارتیں دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی کرتے ہیں اور کبھی مباحات (تفریحیہ) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے مکلف نہیں۔

**الحدیث** - اللہ مع الدائن حتی یقضی دینہ (للترمذی) **ف** وورد

**حدیث** - اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہیں یہانتک کہ اپنے قرض کو ادا کردے

اختلاف مسالک اہل السر فی الاستدانۃ وعدمہا

التحذیر فی بعض الاحادیث عن الدین والجمع بینہما ان الدین من غیر ضرورۃ یحذر عنہ وما عن الضرورۃ مع نیۃ القضاء جالب لمعیۃ الحق واھل الطریق مختلفون فیہ فمنہم من غلب علیہ الحال الاولی فیستدینون توکلا علی اللہ ویبذلون فی الخیر ویتوسعون فی مفہوم الضرورۃ ومنہم من غلب علیہ الحال الثانیۃ فیاخذون بجانب الاحتیاط ویتضیقون فی مفہوم الضرورۃ والاسلم لاھل زماننا ھو الطریق الثانی

**ف** اور بعض حدیثوں میں قرض سے ڈرایا گیا ہے اور دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو قابل حذر ہے اور جو ضرورت سے ہو اور اوس کے ساتھ نیت ادا کی بھی ہو وہ معیت حق کا سبب ہے اور اہل طریق اس میں (عملاً) مختلف ہیں بعض پر تو پہلا حال غالب ہے (جو متن میں ہے) وہ توکل پر قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں توسع کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار
٨٠ کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ مہمانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے وفات کے دوسرے تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی کہ اوسنے سب قرض ادا کر دیا جو کئی ہزار تھا) اور بعض پر دوسرا حال غالب ہے (جو متن کے بعد مذکور ہے) وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے جیسے ہمارے ہی زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ قرض میں بیحد احتیاط فرماتے تھے) اور اسلم ہمارے زمانہ والوں کے لئے یہی دوسرا طریقہ ہے (کہ قرض سے بچے حتی کہ مہمان کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرے وجہ یہ کہ اسوقت طبائع بھی ضعیف ہیں اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا کو توجہ بھی کم ہے تو مقروضیت کا نتیجہ ایسی حالت میں بجز پریشانی کچھ نہیں اور پریشانی سے علاوہ کلفت کے بعض اوقات دین کو بھی ضرر پہونچ جاتا ہے۔

**الحدیث** - اما اھل النار الذین

**حدیث** - اور جو واقعی اہل نار ہیں اس

(باقی آئندہ)

ھم اھلہا الی قولہ ولکن ناس اصابتھم النار بذنوبھم فاماتتھم اماتۃ الحدیث قلت مر الحدیث مع بعض فوائدہ فی ھذا الشطر الثالث بلفظ اذا ادخل اللہ الموحدین۔

ادخل اللہ الموحدین فقط۔

**الحدیث**۔ اما بعد فواللہ انی لاعطی الرجل وادع الرجل والذی ادع احب الی من الذی اعطی ولکن اعطی اقواما لما اری فی قلوبھم من الجزع والھلع و اکل اقواما الی ما جعل اللہ فی قلوبھم من الغنی والخیر منھم عمرو بن تغلب (خ) عن عمرو بن تغلب (صحیح) **ف** فیہ ان الشیخ اذا قدم احدا فی شئ من العنایۃ لیس لہ ان یری تقدمہ ولا لغیرہ ان یشکو الشیخ فان التقدیم قد یکون لمصلحۃ من دون ان یکون مقدما فی الواقع وفیہ ان المدح فی وجہ احد انما یذم اذا خیف مفسدۃ واما اذا امنھا فلا محذور فیہ کما مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راوی الحدیث واذا کان فیہ مصلحۃ فبالاولی۔

اس قول تک لیکن بعض لوگوں کو انکے گناہوں کے سبب آگ لگے گی اور وہ اونکو موت دیدیگی الخ میں کہتا ہوں یہ حدیث مع اپنے بعض فوائد کے اسی تیسرے حصہ میں ان الفاظ سے گذر چکی ہے اذا

**حدیث**۔ بعد حمد صلوۃ کے واللہ میں بعض آدمی کو دیدیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا اور جس کو نہیں دیتا وہ (بعض وقت) میرے نزدیک اوس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جسکو دیتا ہوں لیکن (باوجود اسکے) بعضے لوگوں کو اس لئے دیدیتا ہوں کہ اونکے قلب میں اضطراب اور کمزوری دیکھتا ہوں (کہ اگر ان کو نہ ملیگا تو پریشانی سے اونکا ایمان متزلزل ہوجاویگا) اور بعض لوگوں کو اوس چیز کے حوالہ کردیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اونکے دلوں میں غنا اور خیر پیدا کی ہے (اونکی طرف سے اطمینان ہوتا ہے کہ یہ ہر حال میں مستقل رہیں گے اس لئے اونکو دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا) ایسے لوگوں میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں **ف** اس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ

۸۱

جواز المدح فی الوجہ اذا امن الفتنۃ

اگر شیخ کسی کو کسی خاص عنایت (ورعایت) میں (دوسروں پر) مقدم کردے تو نہ اوسکو جائز ہے کہ وہ اپنے کو (رتبہ میں) مقدم سمجھنے لگے اور نہ اور کسی کو جائز ہے کہ شیخ کی شکایت کرنے لگے (کہ اس میں کوئی استحقاق تقدیم کا نہیں) کیونکہ تقدیم کبھی کسی مصلحت سے ہوتی ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ شخص واقع میں بھی (رتبہ کے اعتبار سے مقدم ہو (بلکہ معاملہ بالعکس بھی ہوتا ہے جیسا اس حدیث میں آپ نے قوی الایمان کو نہیں دیا اور ضعیف الایمان کو دیا اور اوسکی مصلحت بھی بیان فرمادی مگر ہر وقت مصلحت بیان فرمانا بھی شیخ کے ذمہ نہیں) اور اس حدیث میں یہ (مسئلہ) بھی ہے کہ کسی کے مونہہ پر اوس کی تعریف کرنا صرف اسی صورت میں مذموم ہے (چنانچہ دوسری احادیث میں اس سے نہی آئی ہے) جب کہ اوس سے کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو (مثلاً ممدوح میں عجب پیدا ہو جائیگا) لیکن اگر مفسدہ سے امن ہو تو (پھر) اوس میں کوئی خرابی نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی جیسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کی (اونکے مونہہ پر) مدح فرمائی (جس میں مفسدہ نہ ہونا تو ۸۲
یقینی ہے اور غالب یہ ہے کہ اوس میں مصلحت بھی تھی (مثلاً اس سے اونکا دل بڑھا ہوگا اور دین کو اور زیادہ قوت ہوگئی ہوگی)۔

خیر الامور اوساطہا

**الحدیث** - امر ابین الامرین وخیر الامور اوساطہا (رھب) عن عمرو ابن الحرث بلاغاً (ض) **قلت** وبھذا تعلق اھل التحقیق فی التربیۃ وھذہ الاوساط اصعب الامور علی الشیخ علماً واسہلہا وانفعہا للطالب عملاً۔

**حدیث**۔ ایسے امر کو اختیار کرو جو افراط وتفریط کے درمیان ہو اور سب سے اچھے وہ امور ہیں جو اوسط درجہ کے ہیں میں کہتا ہوں محققین نے تربیۃ میں اسی سے تمسک کیا ہے اور شیخ کے لئے ان اوساط کی علمی تحقیق سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اونکو کبھی اپنے طرفین سے التباس ہو جاتا ہے) اور طالب کے لئے اس پر عمل کرنا سب سے زیادہ سہل اور نافع ہے (اور افراط میں سہولت نہیں تفریط میں نفع نہیں۔

**الحدیث** - امسک علیک بعض

**حدیث** - آپ نے حضرت کعب کو جب

مالك فهو خير لك (ق ۳) عن كعب بن مالك (صح) قلت فيه رعاية حال السالك حيث لم يأذن لكعب بن مالك في التصدق بجميع ماله ولم ينه ابا بكرؓ عنه وذلك لعلمه صلى الله عليه وسلم بنور النبوة انه لا يصبر على الاضاقة مثل ابی بكرؓ وكذلك الشيوخ يختارون لكل ما يرونه مصلحة له بنور فراستهم۔

انھوں نے غزوہ تبوک کے تخلف سے توبہ قبول ہونیکی خوشی سے سب مال خیرات کرنا چاہا یہ فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رہنے دو یہ تمہارے لئے خیر و مصلحت ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں رعایت ہے حال سالک کی اس طرح سے کہ آپ نے کعب بن مالک کو تمام مال خیرات کرنے کی اجازت نہیں دی اور حضرت ابو بکرؓ کو اس سے منع نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو نور نبوت سے اسکا علم تھا کہ یہ ابو بکرؓ کی برابر تنگی پر صبر نہ کرسکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر تجویز کرتے ہیں جو اوسکے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

رعایۃ الشیخ حال الطالبین

۸۳ **الحديث** - ان الله تعالى اذا اراد ان يخلق خلقا للخلافة مسح يده على ناصيته فلا تقع عليه عين الا احبته (ك) عن ابن عباس (رض) **ف** الخليفة من يقوم بسياسة الناس واصلاح معاشهم ومعادهم اما مع الامارة وورد اكثر الاحاديث على هذا المعنى واما بدون الامارة كالعلماء والمشائخ وورد القرآن على هذا المعنى وفسر به قوله تعالى انی جاعل فی الارض خليفة وادخلوا فيه الانبياء ولم يكن بعضهم امراء ويحتمل الحديث كلا المعنيين ومن ثم قال لعزيزی

**حدیث** - اللہ تعالیٰ جب کسی مخلوق کو خلافت کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ اوسکی ناصیہ پر پھیر دیتا ہے تو اوس شخص پر کوئی آنکھ نہیں پڑتی مگر اوس شخص سے محبت کرتی ہے **ف** خلیفہ وہ شخص ہے جو لوگوں کی سیاست یعنی اونکی معاش و معاد کی اصلاح کی خدمت کرے خواہ حکومت کے ساتھ اور اکثر احادیث میں خلیفہ کے یہی معنے آئے ہیں اور یا بدون حکومت کے جیسے علماء اور مشائخ ہیں اور قرآن میں خلیفہ کے یہ معنی آئے ہیں اور آیۃ اِنِّی جَاعِلٌ

القاء المحبۃ للشیخ فی قلوب الناس

فیه یعنی القی علیه المهابة والقبول لیتمکن
من انفاذ الاوامر ویطاع وقال ومن
لازم محبة الخلق له امتثال اوامره وتجنب
نواهیه وتمکن هیبته من القلوب
اه وقال الحفنی فیه المراد به من اصطفاه
الله تعالیٰ وجعله هادیا للخلق الی قوله
فلیس المراد هٰهنا خلیفة الامارة کما
توهمه بعضهم اه قلت ولو ارید فی الحدیث
خلیفة الامارة ویقاس علیه خلیفة
الارشاد لاشتراك العلة وهی نفع
الناس به لحصل المقصود وهو عموم
الحکم وهذه الهیبة مشترکة بالمشاهدة ۸۴
بین السلاطین وبین اهل الله
المساکین وهی التی عبر عنها بالسلطان
فی قوله تعالیٰ لموسی مع هارون علیهما
السلام سنشد عضدك باخیك
ونجعل لکما سلطانا الآیة۔

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں یہی معنی ہیں اور
اسی معنی میں تمام انبیاء کو داخل کیا گیا
ہے حالانکہ بعض انبیاء امراء نہ تھے اور
حدیث میں دونوں معنے کا احتمال ہے
اور اسی وجہ سے عزیزی نے (بمعنے امراء
لیکر یہ) کہا ہے یعنی اوسپر ہیبت اور قبول
کا القاء فرماتے ہیں تاکہ وہ اپنے احکام
جاری کرسکے اور اوسکا کہنا سنا جاوے
اور جب خلق کو اوس سے محبت ہوگی
اسکے لئے لازم ہے کہ اوسکا کہنا مانا جاویگا
اور اوسکی منع کی ہوئی چیزوں سے بچا
جاویگا اور اوسکی ہیبت قلوب میں جمی
رہیگی اھ (پس عزیزی نے سلاطین مراد
لئے ہیں) اور حفنی نے کہا ہے کہ مراد خلیفہ
سے وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
(ارشاد خلق کے لئے) منتخب کرلیا ہو
اور اوسکو خلق کا ہادی بنایا ہو آگے
کہا ہے کہ یہاں خلیفہ حکومت مراد نہیں ہے جیسا بعض کو شبہ ہوگیا ہے اھ میں کہتا ہوں
کہ اگر حدیث میں خلیفہ حکومت ہی مراد لیا جاوے اور اوسپر (خاص احکام میں) خلیفہ
ارشاد کو قیاس کرلیا جاوے بوجہ مشترک ہونے علت کے اور وہ علت لوگوں کو (دینی)
نفع پہونچانا ہے تب بھی مقصود حاصل ہوجاویگا اور وہ مقصود حکم کا عام ہونا ہے (یعنی
اوس شخص کا صاحب ہیبت ہونا) اور اس قسم کی ہیبت مشاہدہ سے مشترک ہے
سلاطین میں اور ان اہل اللہ مساکین میں (کہ اکثر اوقات سلاطین کی ہمت بزرگوں کے

(باقی آئندہ)

سامنے بولنے کی نہیں ہوتی) اور یہی ہیبت وہ چیز ہے جس کو ساتھ اس آیت میں تعبیر کیا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے بھائی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم ابھی تمہارا بازو تمہارے بھائی سے قوی کئے دیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں کے لئے ایک رعب دینگے (اس رعب کا یہ اثر ہوا کہ فرعون جیسا متجبر متکبر ان سے دب گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے

**الحدیث** ان اللہ تعالیٰ انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولاتداووا بحرام (د) عن ابی الدرداء **ف** فیہ الحض علی التداوی وھو الغالب من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان ھو السنۃ وعلیہ الائمۃ من اھل الطریق لکن لما کان الامر للارشاد جاز ترکہ ولا یلام علیہ لاسیما ان کان عن غلبۃ حال التوکل کما علیہ بعض المشائخ وھو احدی درجات التوکل وھی ترک الاسباب الظنیۃ و اعلیٰ منہا التوکل مع مباشرۃ الاسباب فان عدم الاعتماد علی الاسباب مع مباشرۃ الاسباب اعجب منہ اذا لم یباشر الاسباب لما لایخفی وقال

**حدیث** بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں نازل کی ہیں اور ہر بیماری کے لئے ایک دوا مقرر کی ہے سو دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا مت کرو **ف** اس میں ترغیب ہے دوا کرنے پر اور غالب عادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی سو مسنون طریقہ یہی ہوا اور ائمہ اہل طریق اسی مسلک پر ہیں لیکن امر چونکہ ارشادی ہے اس لئے ترک تداوی بھی جائز ہے اور اس پر ملامت نہ کیجاویگی خصوص اگر غلبہ حال توکل سے ہو جیسا بعض مشائخ اس مسلک پر بھی ہیں اور یہ ایک درجہ ہے توکل کا یعنی ترک اسباب ظنیہ اور اس درجہ سے اعلیٰ درجہ وہ توکل ہے جو مباشرت اسباب کے ساتھ ہو کیونکہ اسباب کو استعمال کرتے

۸۵

العزیزی فی قوله لا تداووا بحرام عن العلقمی
وقد استدل الامام احمد بهذا
الحدیث وحدیث ان الله لم یجعل
شفاء امتی فیما حرم علیها علی انه لا یجوز
التداوی بمحرم ولا بشیٔ فیه محرم
کالبان الاتن ولحوم المحرمات
والتریاق والصحیح من مذهبنا جواز
التداوی بجمیع النجاسات سوی المسکر
لحدیث العرنیین فی الصحیحین وان
تشربوا من ابوالها ای الابل
للتداوی کما هو ظاهر الحدیث
وحدیث الباب لا تداووا بحرام ۸۶
ولم یجعل شفاء امتی فیما حرم علیها
محمول علی عدم الحاجة بان
یکون هناك دواء غیر یغنی عنه
ویقوم مقامه من الطاهرات
قال البیهقی هذان حدیثان ان
صحا محمولان علی النهی عن التداوی
بالحرام من غیر ضرورة لیجمع بینهما
وبین حدیث العرنیین قلت
ای ان لم یکن منسوخا فی هذا
الجزء وکما هو منسوخ فی الجزء الآخر
یعنی المثلة اجماعا ووافق هذا القول

ہوئے اسباب پر اعتماد نہ کرنا بنسبت
اسکے زیادہ عجیب ہے کہ اسباب کا
استعمال نہ کیا جاوے اور پھر اُس
پر نظر نہ ہو جیسا ظاہر ہے (یہ تحقیق تھی
تداوی کی آگے تحقیق ہے لا تدا
دوا کی) عزیزی نے لاتداووا بحرام
میں علقمی سے نقل کیا ہے کہ امام احمد
نے اس حدیث سے اور ایک دوسری
حدیث سے کہ اللہ تعالے نے میری
امت کی شفاء حرام چیزوں میں نہیں رکھی
اس پر استدلال کیا ہے کہ نہ حرام
(خالص) سے تداوی جائز ہے۔
اور نہ ایسی چیز سے جائز ہے جس میں
کوئی حرام جزو ہو جیسے گدھی کا دودھ
اور حرام گوشت اور تریاق (جو سانپوں
سے تیار ہوتا ہے) اور ہمارے
مذہب کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام نجس
چیزوں سے تداوی جائز ہے بجز
نشہ والی چیز کے بدلیل حدیث عرنیین
کے جو صحیحین میں ہے کہ اونٹوں کا پیشاب
پیو یعنی دوا کے لئے جیسا ظاہر الفاظ
حدیث کا یہی مدلول ہے باقی رہی
حدیث جو اس مقام پر مذکور ہے

المتاخرون من الحنفیۃ واما المتقدمون منهم فذهبوا الی ماذهب الیه احمد رحمه الله تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم۔

اور اسی طرح دوسری حدیث کہ میری اُمت کی شفا حرام میں نہیں رکھی یہ اُس حالت پر محمول ہے جب حاجت نہ ہو اس طرح کہ وہاں دوسری پاک دوا موجود ہو جس سے اُس کی حاجت نہ رہے اور وہ اُس کے قائم مقام ہو سکے (چنانچہ) بیہقی نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں (ممانعت کی) اگر صحیح ہوں تو بلا ضرورت حرام کے ساتھ تداوی کرنے سے انہی پر محمول ہیں تاکہ ان دونوں میں اور حدیث عرنیین میں تطبیق ہو جاوے میں کہتا ہوں کہ یہ جب ہے جب حدیث عرنیین کی اس جزو میں منسوخ نہو جیسے دوسرے جزو یعنی مثلہ میں اجماعاً منسوخ ہے اور اس قول میں متاخرین حنفیہ نے یہی موافقت کی ہے (کہ ضرورت شدیدہ کیوقت تداوی بالحرام کے جواز پر فتویٰ دیدیا ہے) باقی متقدمین حنفیہ سو اُن کا وہی مذہب ہے جو امام احمد کا مذہب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸۷

**الحدیث** ان الله تعالی تجاوز لامتی عما حدثت به انفسها مالم تتکلم به او تعمل به (ق ۴) عن ابی هریرة (طب) عن عمران بن حصین (صع) قال العزیزی و فی روایة اخری ما وسوست به صدورها قال الحفنی المراتب خمسة هاجس و خاطر و حدیث نفس و هم و عزم فالشیٔ اذا وقع فی القلب ابتداءً و لم یجل فی النفس هاجساً فاذا کان موفقاً و دفعها

**حدیث** اللہ تعالےٰ نے میری اُمت کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز فرمادیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن کو مُنہ سے نہ نکالیں یا اُن کو عمل میں نہ لادیں عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُنکے سینہ میں جو وسوسے پیدا ہوں حفنی نے کہا ہے کہ (خیال کے) مراتب پانچ ہیں ایک ہاجس دوسرا خاطر تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں

من اول الامر لم يحتج الى
المراتب التى بعده فاذا جال اى
تردد فى نفسه بعد وقوعه ابتداءً
ولم يتحدث بفعل ولا عدمه
سمى خاطراً فاذا حدثته نفسه
بان يفعل به او لا يفعل على حد سواءٍ
من غير ترجيح لاحدهما على الآخر
سمى حديث نفس فهذه الثلاثة
لا عقاب عليها ان كانت فى الشر
ولا ثواب عليها ان كانت فى الخير
فاذا فعل ذلك عوقب او اثيب
على الفعل لا على الهاجس و ٨٨
الخاطر وحديث النفس فاذا
حدثته نفسه بالفعل وعدمه
مع ترجيح الفعل لكن ليس ترجيحا
قويا بل هو مرجوح كالوهم سمى هما
فهذا اثيب عليه ان كان فى
الخير ولا يعاقب عليه ان كان
فى الشر كما فى الحديث فاذا
قوى ترجح الفعل حتى صار جازماً
مصمما لا يتقدر على الترك سمى
عزماً فهذا يثاب عليه ان كان فى
الخير ويعاقب عليه ان كان فى الشر

عزم (پس جب کوئی بات قلب میں
ابتداءً واقع ہوئی اور اُس نے
نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اُس
کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اُس شخص
کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے
اُس کو دفع کردیا تو وہ مابعد کے
مراتب (کی تحقیق) کا محتاج نہ ہوگا اور
اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی
وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس
میں اُس کی آمد و رفت ہونے لگے
مگر اُس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی
منصوبہ نفس سے نہیں باندھا اُس
کو خاطر کہا جاتا ہے جب نفس کرنے
نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے
لگا اور انمیں سے کسی ایک کو دوسرے
پر ترجیح نہیں ہوتی اُس کو حدیث نفس
کہتے ہیں سو یہ تین درجہ ایسے ہیں کہ
ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر میں ہو
اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں سے
پھر جب اس فعل کو کر لیا تب اُس فعل
پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہاجس اور
خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا
بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں)

(باقی آئندہ)

قلت والوسوسة عام لجميع
المراتب الثلثة الهاجس والخاطر
وحديث النفس فجميع اقسامها
غير مواخذ به وعدم المواخذة
على حديث النفس بالحديث الصحيح
وعلى الباقيين بالاولى لانه اذا
ارتفع حديث النفس ارتفع ما قبله
بالاولى وان خالجك ان الحكم
بارتفاع حديث النفس بالحديث
يتوقف على كون المراد في الحديث
ما اصطلحتم عليه فما الدليل عليه
فارخه بان هذا الاصطلاح
عين اللغة والنصوص محمولة
على اللغة ما لم يطرأ عليها اصطلاح
شرعي ولم يطرأ فيحمل على اللغة
هو ما ذكرنا فافهم والسر في عدم
المواخذة على الهاجس لانه ليس
من فعله وانما هو شئ ورد عليه
لا قدرة له عليه ولا صنع و
الخاطر الذي بعده وان كان قادرا
على دفعه بصرف الهاجس اول
وروده لكنه لما كان دون حديث
النفس وهو مرفوع بالحديث كان

پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا
منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے
لگا لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے
بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس کو
ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے
اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا
ہے اگر شر میں ہے پھر جب فعل کا
رجحان قوی ہوگیا یہاں تک کہ جازم
مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا
اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب
ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا
89 ہے اگر شر میں ہے اھ میں کہتا ہوں
کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے
یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس
سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ
نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں
حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا
اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو
حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی)
اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عدم
مواخذہ بالاولی ہے۔ کیونکہ جب حدیث
النفس معاف ہے تو اُس کے ما قبل
کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر) جو کہ

مرفوعا بالأولى كما ذكرنا وبهذا
انحل إشكال عويص وهو أن الكليات
الشرعية والقواعد العقلية تقتضي
المؤاخذة على الاختياري وعدم
المؤاخذة على غير الاختياري
فاختصاص الأمة المرحومة من
بين الأمم إن كان باعتبار غير
الاختياري من المراتب المذكورة
يلزم تكليف الأمم السابقة بغير
الاختياري وهو ينافي الكليات الشرعية
وإن كان باعتبار الاختياري فما الفرق
بين اختياري واختياري حيث يؤاخذ ٩٠
على العزم ولا يؤاخذ على حديث
النفس مع اشتراكهما في كونهما اختياريين
ووجه الانحلال أن الاختصاص باعتبار
الاختياري والفرق بين العزم و
بين الخاطر وحديث النفس أن
الخاطر وكذا حديث النفس وإن كان
دفعه اختياريا لكنه يحتاج إلى
قصد الدفع وكثيرا ما يقع الذهول
عن هذا القصد فيجر الأول إلى الثاني
والثالث فالمؤاخذة عليه لا ينافي
الكليات الشرعية لكن الرحمة الإلهية

اُس سے اہون وا دون ہیں) بدرجہ اولیٰ معاف ہونگے اور اگر تمکو یہ خلجان ہو کہ حدیث کی بنا پر حدیث کی معافی کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی معنی مراد ہوں تو اس کی کیا دلیل ہے پس اس خلجان کو اس طرح دفع کرو کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول ہوتے ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جاوے اور یہاں طاری نہیں ہوئی۔ پس لغوی معنی ہی مراد ہونگے اور لغوی معنی (حدیث النفس کے) وہی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔ خوب سمجھ لو۔ اور ہاجس پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اُس کا فعل نہیں صرف اس پر ایک ایسی شئے وارد ہوگئی جس پر اس کو نہ قدرت ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور خاطر کا درجہ جو اُس کے بعد ہے اگرچہ یہ شخص اُس کے دفع پر اس طرح قادر ہے کہ ہاجس کے اول ہی وارد ہونے کے وقت اُس کو ہٹا دے۔

قد خصت هذه الامة بالعفو عنه
کو منع الاصر والاغلال التی کانت
علی السابقین عن هذه الامة فهذه
المرتبة اختیاریة لکن فیها شدة
فکانت فرد الاصر والاغلال واما
العزم فلا یجر الهاجس الیه کذلك
وانما یحدث بقصد مستقل فهذا
هو الفرق بین حدیث النفس والعزم
فمدار العفو هو الافضاء للذهول
ومدار المواخذة هو العزم المستقل
ذو حدث نفسه بالمعصیة بعزم
مستقل وان لم یعزم تلك المعصیة
کالالتذاذ بصورة الاجنبیة قصداً
فالظاهر انه یواخذ علیه وهذا
الالتذاذ داخل عندی فی عموم
حدیث والنفس تمنی وتشتهی وفی
روایة والقلب یهوی ویتمنی روی
الاول الشیخان والثانی مسلم واستخصاص
هذا الحدیث علاج عظیم للوساوس
یزاد له المشائخ ولبعض الاکابر هنا
کلام غیر هذا لکن لا یختلف اصل
المقصود ۔

(مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جاوے)
لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے
کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی
روسے معاف ہے اس لئے یہ
خاطر بدرجہ اولیٰ معاف ہے اور
اس تحقیق) سے ایک سخت اشکال حل
ہوگیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات
شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقتضا یہ ہے
کہ اختیاری پر مواخذہ ہو اور غیر اختیاری
پر مواخذہ نہو (یہ تو مقدمہ ہے آگے
اشکال ہے کہ) پھر امت مرحومہ کا
(یہ) اختصاص (کہ وساوس پر مواخذہ 91
نہیں ہوتا اگر مراتب مذکورہ میں سے غیر
اختیاری کے اعتبار سے ہے (کہ غیر
اختیاری پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا
اور دوسری امم سے ہوتا تھا) تب تو
امم سابقہ امور غیر اختیاریہ کے
ساتھ مکلف ہونا لازم آتا ہے اور یہ
کلیات شرعیہ کا منافی ہے (جیسے لا
یکلف اللہ نفساً الا وسعہا کہ ظاہراً
اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق
کو) اور اگر اختیاری کے اعتبار سے
ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ

ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجودیکہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اس کے لئے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہاجس (اس ذہول کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) منجر ہو جاتا ہے سو اس (خاطر اور حدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقاء اختیاری ہوا۔ اور اس بناء پر کسی امت کا اس کا مکلف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا) لیکن رحمت الٰہیہ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجھ اور طوق یعنی احکام شدیدہ) کو جو امم سابقہ پر تھے
۹۲ اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہاجس اُس کی طرف اس طرح سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ افضاء ہوا جو ذہول کے سبب ہوا اور مدار مواخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگرچہ عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل کرنا سو ظاہر یہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی) زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا کرتا ہے اور اشتہا کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدون اشتہاء و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے)

(باقی آئندہ)

اور بعض اکابر (جیسے غزالی رح) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا (یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقۃً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً) ویلقب بیان ہذا الحدیث بالحصحصۃ فی حکم الوسوسۃ۔

**الحدیث** ان اللہ تعالیٰ جعل لکل نبی شہوۃ وان شہوتی فی قیام ہذا اللیل اذا قمت فلا یصلین احد خلفی الحدیث (طب) عن ابن عباس (رض) **ف** قلت اکثر ما یستعمل الشہوۃ فی الرغبۃ الطبعیۃ فدل الحدیث ان کون الطاعات مرغوبۃ طبعاً حالۃ محمودۃ وان کفت الرغبۃ العقلیۃ اما قولہ اذا قمت فلا یصلین احد خلفی یحتمل وجوہاً احدہا ما نقل العزیزی عن المناوی ای فان التہجد واجب علی دونکم وہذا کان اولاً ثم نسخ وزاد الحفنی ثم نسخ بفضیلۃ عبد اللہ بن عباس رض حین صلی خلفہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل انتہی وہذا الوجہ یتضمن وجہین احدہما تعلیل النہی باختصاص وجوب التہجد بہ صلی اللہ علیہ وسلم فیتقید النہی باعتقاد الوجوب ای لا یصلی احد خلفی

**حدیث** حق تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے ایک خاص اشتہار کی چیز بنائی ہے اور میری خاص اشتہار شب کے اوٹھنے میں ہے (یعنی تہجد کے لئے) میں جب شب کو نماز میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے **ف** میں کہتا ہوں کہ لفظ اشتہار اکثر اوقات رغبت طبعیہ میں مستعمل ہوتا ہے پس یہ حدیث اس پر دال ہے کہ طاعات کا طبعاً مرغوب ہو جانا ایک حالت محمودہ ہے اگرچہ رغبت عقلیہ (اعتقادیہ) بھی کافی ہو (اور انسان اسی کا مکلف ہے) باقی یہ ارشاد کہ میں جب شب کو نماز میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے یہ کئی وجہ کو محتمل ہے ایک تو وہ ہے جسکو عزیزی نے مناوی سے نقل کیا ہے یعنی یہ کہ تہجد مجھ پر واجب ہے تم پر نہیں اور یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا حفنی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پھر عبد اللہ بن عباس رض کے

٩٣

باعتقاد الوجوب ثم بقاء الوجوب
علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف فیہ
بین العلماء والامر الثانی نسخ ھذا
النہی بقضیۃ عبد اللہ وھذا لا یصح
لان النہی بھذا الاعتقاد باق نعم
لوحمل النہی علی الاطلاق
لکان للنسخ وجہ ولعل مبنی ھذا
النہی علی ھذا الوجہ کراھۃ الجماعۃ
فی النفل لان الاذن قد یقضی الی
اجتماع الامر بعۃ وھو مکروہ والوجہ
الثالث وھو ذوقی ان علۃ النھی
ھو تشویش الخاطر فی وقت یطلب
فیہ الاجتماع فان الخلوۃ لہا احکام
غیر احکام الاجتماع فدل الحدیث
علی ھذا الوجہ علی ان لا ید خل
احد علی احد فی وقت قصد فیہ
الخلوۃ فیثقل علیہ ولا یعارض ھذا
النہی قضیۃ عبد اللہ فان الماذون
مستثنیٰ من ھذا النہی سواء کان
الاذن باللسان او بالقرائن بان
یکون بین الرجلین مباسطۃ وقصۃ
من ایراد الحدیث ھھنا ھو الوجہ
الاخیر فانہ من مسائل الفن حاصلہ

۹۴

واقعہ سے یہ منسوخ ہوگیا چونکہ اونہوں
نے آپ کے پیچھے شب میں (آپ کے
اذن سے تہجد کی نماز پڑہی اور یہ وجہ
مذکور) دو وجہوں کو شامل ہے ایک یہ
کہ یہ نہی (کہ میرے پیچھے کوئی شخص تہجد
کی نماز نہ پڑہے آپ کے ساتہہ تہجد کے
مخصوص ہونے سے معلل ہو (یعنی چونکہ
مجہپر تہجد واجب ہے اور تم پر نہیں اسلئے
کوئی شخص میرے پیچھے تہجد نہ پڑہے)
پس اس صورت میں یہ نہی اعتقاد وجوب
(تہجد) کے ساتہہ مخصوص ہوگی یعنی کوئی
شخص باعتقاد وجوب میرے پیچھے تہجد
نہ پڑہے (کیونکہ وہ تم پر واجب نہیں
اور بدون اس اعتقاد کے نہی نہ ہوگی
کیونکہ مطلق نہی میں اس اختصاص کو
کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے) آگے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس
وجوب تہجد کے باقی رہنے نہ رہنے
میں علماء میں اختلاف ہے اور وجہ ثانی
یہ ہے کہ اس نہی (عن الاقتدار فی التہجد
باعتقاد الوجوب) کو حضرت عبد اللہ
بن عباس رض کے واقعہ سے منسوخ
کہا جا سکے اور یہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ اس

اهتماما للتحرز عن التشويش والايذاء بأبلغ وجوه وادقها وهذا لان الطبعي للقوم يعتنون به اشد اعتناء والدليل الكلي لامثال هذه الرعايات هو قوله عليه الصلوٰة والسلام المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

اعتقاد کے ساتھ نہی اب بھی باقی ہے (یعنی اب بھی تہجد میں کسیکا اقتدار اس اعتقاد سے منہی عنہ ہے یہ بھی منسوخ نہیں) البتہ اگر نہی کو اطلاق پر محمول رکہیں یعنی اعتقاد وجوب کے ساتھ بھی اقتدار جائز نہ ہو اور بدون اس اعتقاد کے بھی جائز نہ ہو تو نسخ موجہ ہو سکتا ہے (کیونکہ عبداللہ بن عباس کی حدیث تقریری اس کے معارض ہے) اور شاید اس وجہ (اطلاق) پر نہی کا مبنیٰ نفل میں جماعت کا مکروہ ہونا ہو کیونکہ اذن (اقتدار) کبھی چار شخص کے جمع ہو جانے کی طرف مفضی ہو جاتا ہے اور وہ مکروہ ہے (اس لئے آپ نے مطلقًا منع فرمایا ہو) پھر یہ نہی علی الاطلاق حضرت عبداللہ کے واقعہ سے منسوخ ہو گئی ہو یعنی نہی میں یہ تفصیل ہو گئی ہو کہ اگر مقتدی چار سے کم ہوں تو نہی نہ ہو اور اگر چار یا زیادہ ہوں تو نہی ہو) اور تیسری وجہ یہ ہے اور (حدیث کے معنے میں) وہی میرا ذوق ہے کہ نہی کی علت تشویش خاطر ہے ایسے وقت میں جسمیں اجتماع خاطر مقصود ہو (جیسے عبادت خلوت کا وقت ہے) کیونکہ خلوت کے اور احکام ہیں اور جماعت کے اور احکام ہیں پس حدیث اس بنار کی وجہ پر اسپر دال ہو گی کہ کوئی شخص کسی کے پاس ایسے وقت نہ جاوے جس میں اوس نے خلوت کا قصد کیا ہو کیونکہ اوس پر گرانی ہو گی (اس صورت میں یہ حکم منسوخ نہ ہوگا) اور یہ نہی حضرت عبداللہ کے واقعہ سے معارض نہ ہو گی کیونکہ (اس صورت میں) جسکو اجازت ہو جاوے وہ اس نہی سے مستثنےٰ ہو گا کیونکہ علت نہی کی ثقل و تشویش تھی اور اذن سے علت مرتفع ہو گئی اور حضرت عبداللہ ماذون تھے اور یہ اذن خواہ زبان سے ہو خواہ قرائن سے ہو اس طرح کہ دو شخصوں میں بے تکلفی ہو (کہ اوسکی شرکت سے ثقل نہ ہو یا اگر ثقل ہوتا تو یہ شخص بے تکلفی کے سبب دوسرے کو اطلاع کر دیتا) اور میرا مقصود اس مقام پر اس حدیث کے لانے سے یہی اخیر وجہ ہے کیونکہ (اس صورت میں) یہ (مدلول

حدیث۱ فن کے مسائل سے ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ کسیکو تشویش میں ڈالنے سے اور ایذا پہونچانے سے بچنے کا بلیغ سے بلیغ اور نہایت دقیق سے دقیق وجہ کے ساتھہ اہتمام رکھنا چاہیئے اور یہ امر صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہے وہ اسکا بہت سخت اہتمام کرتے ہیں اور ایسی رعایتوں کی دلیل کلی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتہہ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی اس سے کسیکو اذیت نہ پہونچے) اس میں تمام ایسی جزئیات آگئیں جن سے کسی کو گرانی یا کلفت ہو۔

**الحدیث** (ولقب بیانہ بالارشاد الی مسئلۃ الاستعداد) ان اللہ تعالیٰ خلق خلقہ فی ظلمۃ فالقے علیھم من نورہ فمن اصابہ من ذلک النور یومئذ اھتدے ومن اخطاہ ضل (حمرت لہ) عن ابن عمر (رضی) قال الحنفی وفی روایۃ فرش اے طرح ورمی علیہم من نورہ ای نورہ فمن زائدۃ فی الاثبات او بیانیۃ اے شیئاھو نورہ او تبعیضیۃ اے بعض نورہ وفی المشکوٰۃ زیادۃ و ھے قلت اقول جف القلم علے علم اللہ رواہ احمد والترمذی قلت دلت ھذہ الزیادۃ ان القاء النور کان فی درجۃ کتابۃ المقادیر وکان الخلق سابقا علیہ کما ھو مقتضے لفاء

**حدیث**۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اون پر اپنا نور القاء فرمایا سو جس کو اوس روز وہ نور پہونچ گیا اوس نے ہدایت پائی اور جسکو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا اور مشکوٰۃ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو گیا میں کہتا ہوں یہ زیادت اسپر دال ہے کہ یہ القاء نور (مراتب وجود میں سے) اوس درجہ میں تھا جسمیں تقدیر لکھی گئی ہے کیونکہ آپنے تقدیر کے طے ہو جانے کو القاء نور پر متفرع فرمایا ہے اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مخلوقات کی تقدیرات کو آسمان وزمین کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار سال قبل

باقی آئندہ

وقد روی مسلم کما فی المشکوٰۃ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل
ان یخلق السموات والارض
بخمسین الف سنۃ قال وکان
عرشہ علی الماء فکان ہذا الخلق
فی مرتبۃ لم تکن فیہ السموات
والارض فکان قبل خلق آدم
بکثیر لان خلقہ بعد السموات
والارض کما روی مسلم مرفوعاً
فی حدیث طویل بعد ذکر
خلق الارض وما فیہا وخلق
آدم بعد العصر یوم الجمعۃ فی
آخر الخلق وآخر ساعۃ من
النہار فیما بین العصر الی اللیل
الحدیث وکان خلق السموات
والارض فی ایام متصلۃ فکان
خلق آدم بعد السموات والارض
فکان حمل ہذا الخلق علی خلق
الذر المستخرج من صلب آدم
وحمل القاء النور علی نصب الشواھد
والحجج وانزال الآیات التی ھی بعد
خلق آدم بکثیر وکذا حمل الظلمۃ

لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اور اوسوقت
اللہ تعالے کا عرش پانی پر تھا یعنی اوسکو
پہلے سے پیدا کر دیا تھا فہو حادث ایضا
وان کان سابقا علی غیرہ) تو یہ پیدائش
مذکور (جو حدیث میں مذکور ہے) ایسے
مرتبہ میں ہوئی ہے کہ اوس میں
آسمان وزمین موجود نہ تھے سو یہ پیدائش
مذکور آدم علیہ السلام سے بہت پہلے
ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش
آسمان وزمین کے بعد ہوئی ہے جیسا
مسلم نے ایک حدیث طویل میں مرفوعاً
زمین اور زمین کی چیزوں کی پیدائش ۹۷
کے بعد روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام
عصر کے بعد جمعہ کے روز آخر خلق میں
اور دن کی آخری ساعۃ میں عصر اور
رات کے درمیان میں پیدا کئے گئے
اور حم فصلت کی آیات سے ظاہراً
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی آفرینش
ایام متصلہ میں ہوئی ہے پس آدم علیہ
السلام کی پیدائش زمین و آسمان کے
بعد ہوئی اور یہ پیدائش جو حدیث میں
مذکور ہے آسمان وزمین کے بہت
قبل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا تو اس

علی ظلمة النفس الامارة بالسوء
المجبولة بالشهوات الردیئة و
الاهواء المضلة التی هی بعد خلق
بنی آدم فی الارض بعید اکل
البعد (خیر لقوله فکان حمل هذا
الخلق) وان ذهبت الی امثال
هذا الحمل جماعة من المحشین
والشراح وکذا یبعد القول بعموم
الشهوات الردیئة والاهواء المضلة
للانبیاء علیهم السلام فی بدو فطرتهم
ثم ازالتها بعد کیف وقد قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم ۹۸
ما من مولود الا یولد علی الفطرة
فابواه یهودانه او ینصرانه او
یمجسانه متفق علیه فاذا کان
العوام فی بدو الفطرة منزهین
عن هذه القاذورات فکیف
بالانبیاء علیهم السلام فالاقرب
فی تفسیر هذا الحدیث عندی
ذوقا ان یقال ان هذا النور هو
الاستعداد للهدایة والقاء النور
هو اعطاء هذا الاستعداد وهذه
الاصابة بالارادة والاختیار منه

پیدائش (مذکور فی الفتن) کا اور ذرات
کے پیدائش پر محمول کرنا جو آدم علیہ
السلام کی صلب سے مستخرج ہوئے
اور القاء نور کا اقامت شواہد و دلائل
اور انزال آیات پر محمول کرنا جو آدم
علیہ السلام کی پیدائش کے بہت
بعد واقع ہوا اور اسی طرح ظلمت کا نفس
امارہ کی ظلمت پر محمول کرنا جو کہ شہوات
ردیئہ اور گمراہ کن خواہشوں پر مجبول
کیا گیا ہے جس کا بنی آدم کے زمین
پر پیدا ہونے کے بعد وقوع ہوا ہے
یہ سب بہت بعید ہے (کیونکہ حدیث
متن میں جو خلق اور القاء نور اور ظلمت
مذکور ہے یہ سب آدم علیہ السلام
سے بہت پہلے ہیں اور یہ محامل یعنی
ذرات مستخرجہ اور اقامت دلائل
و ظلمت نفس امارہ یہ سب آدم علیہ
السلام کے بعد ہیں تو یہ حمل کیسے
صحیح ہوگا) اگرچہ ایسے حمل کی طرف
ایک جماعت محشین اور شراح کی گئی
ہے نیز اس کا قائل ہونا بھی بعید ہے
کہ شہوات ردیئہ واہواء مضلہ بدو
فطرت میں حضرات انبیاء علیہم السلام

منہ تعالیٰ رحمۃ وکذا ھذا الخطأ
المفسر بعدم الاصابۃ بالارادۃ
والاختیار منہ تعالیٰ حکمۃ ولا یسئل
عن علۃ ھذہ الرحمۃ وھذہ الحکمۃ
لانہ سوال عن القدر ولم یوذن
فیہ فکان معنی الحدیث ان اللہ
تعالیٰ خلق خلقہ ای المکلفین خالین
عن ھذا الاستعداد ثم افاض علی
من شاء منھم ذلک الاستعداد
رحمۃ ولم یفض علی من شاء منھم
حکمۃ فاھتدی بعضھم بوجود ذلک
الاستعداد وضل بعضھم بفقد ھذا
الاستعداد ثم ھذا الفقد علی
قسمین الخلو عن ذلک الاستعداد
مع الخلو عن ضدہ وتلک حالۃ من
لم تبلغہ الدعوۃ فکانوا معذورین
وان کانوا ضالین بمعنی عدم الاھتداء
والثانی الخلو عن ذلک الاستعداد
والاتصاف بضدہ وتلک حالۃ من
بلغتہ الدعوۃ ولم یقبل وھم ضالون
ضلالا یعذبون علیہ فدل الحدیث
علی کون الاستعداد مجعولا وکون
الباری تعالیٰ مختارا فی اعطاءہ

کے لئے بھی عام تھے پھر بعد میں زائل کر دیئے
گئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے ہر مولود فطرت (صحیحہ) پر پیدا
کیا جاتا ہے پھر اس کے والدین اُسکو
یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں
پس جب عوام الناس بدو فطرت میں
اِن گندگیوں سے پاک ہوتے ہیں تو
حضرات انبیاء میں اس کے خلاف
کیسے ہو سکتا ہے (اس لئے حدیث
کی تفسیر مشہور صحیح نہیں ہو سکتی) پس
٩٩ اقرب اس حدیث کی تفسیر میں میرے
ذوق سے یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ
یہ نور ہدایت کی استعداد قریب ہے
اور ظلمت اس استعداد سے خالی
ہونا ہے اور القاء نور اس استعداد
کا عطا فرمانا ہے اور یہ (نور کا) پہونچ
جانا حق تعالےٰ کے ارادہ و اختیار
سے ہے بنا بر رحمت کے اسی طرح
(نور کا) نہ پہونچنا یہ بھی حق تعالےٰ کے
ارادہ و اختیار سے ہے بنا بر حکمت
کے اور اس رحمت اور حکمت کی علت
کا سوال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ سوال

ومنعه وقد زل ههنا بعض وضل
حيث حكموا بكون الاستعداد
غير مجعول وكونه تعالى غير مختار
في ضد مقتضاه وانما قالوا بذلك
هربا عن لزوم اشكال جبر الباري
تعالى للعبد بان ما صدر عن العبد
وان كان بخلقه تعالى لكنه خلق ما
خلق لا جبرا بل لاقتضاء استعداده
وكان ممتنعا تبديله لقدمه وكذا
كان ممتنعا خلق ما خالف ذلك
الاستعداد لان القوة شرط للفعلية
۱۰۰ اه قلت واختلط عليهم هذا الاستعداد
بالاستعداد بمعنى الامكان الذاتي
وهو قديم وغير مجعول ولا محذور
في كونه غير مجعول لانه امر عدمي
محض لا يقبل الجعل ولا يزول هذا
الامكان ابدا عن الممكن لان الامكان
لا يكون الا ذاتيا ولا يكون بالغير
لانه لو كان بالغير لزم ان يكون
واجبا في ذاته او ممتنعا بذاته
فيلزم انقلاب الحقائق وهو محال
واذا كان ذاتيا لا ينفك عن الممكن
ابدا لا في وجوده ولا في عدمه

تقدیر کے متعلق ہے جس کی اجازت
نہیں دی گئی پس حدیث کے معنی یہ ہیں
کہ اللہ تعالے نے اپنی مکلف مخلوق
کو اس استعداد (مذکور) سے (اولاً)
خالی پیدا کیا پھر جس پر منظور ہوا
اس استعداد کو بنا بر رحمت کے
فائض فرمایا اور جس پر منظور ہوا بنا بر
حکمت کے فائض نہیں فرمایا پس
بعضے اوس استعداد کے موجود ہونے
سے ہدایت یافتہ ہو گئے اور بعضے
اوس استعداد کے مفقود ہونے سے
گمراہ ہو گئے پھر یہ مفقود ہونا دو قسم
پر ہے ایک اوس استعداد سے خالی
ہونا اور اوس کی ضد سے بھی خالی ہونا
اور یہ اوس شخص کی حالت ہے جسکو
دعوت نہیں پہونچی سو وہ معذور ہیں
اگرچہ گمراہ باین معنی ہیں کہ وہ ہدایت
یافتہ نہ ہوئے اور دوسری قسم اوس
استعداد سے خالی ہونا اور اوس کی
ضد کے ساتھہ متصف ہونا اور یہ اوس
شخص کی حالت ہے جس کو دعوت پہونچی
مگر اوس نے قبول نہیں کیا اور یہ ایسی
گمراہی سے گمراہ ہیں جس پر معذب ہونگے

باقی آئندہ

فهو ازلی ابدی لکنه لما لم یکن وجودیا لا یلزم المحذور اذ المحذور ازلیة شئ موجود لا شئ معدوم لان الاعدام کلها ازلیة فهذا حکم الاستعداد بمعنی الامکان واختلط علیهم ومع ذلك لم یتخلصوا عن الاشکال بل لن مهم اصعب من ذلك لانهم هربوا عن کون الباری تعالیٰ جابرا ولزمهم کونه تعالیٰ مجبورا غیر مختار لا یقدر ان یخالف مقتضی الاستعداد وهل هذا الا هربا عن المطر ووقوفا تحت المیزاب فتفکر وتذکر وتدبر وتبصر وتشکر۔

پس (اس تفسیر مذکور کی بنا پر) یہ حدیث استعداد کے مجعول ہونے پر اور باری تعالیٰ کے اپنے اعطاء اور عدم اعطاء میں مختار ہونے پر دال ہوگی اور اس مقام پر بعضوں کو لغزش ہوگئی ہے اور گمراہ ہوگئے ہیں اس طرح سے کہ اونہوں نے استعداد کے غیر مجعول ہونے کا اور استعداد کے مقتضا کے خلاف میں حق تعالےٰ کے غیر مختار ہونے کا حکم کردیا اور وہ لوگ اس کے صرف اسلئے قائل ہوئے تاکہ اس اشکال کے لازم آنے سے بچے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر جبر فرمایا ہے (اور بچنا) اسطرح ۱۰۱

(سے ہے) کہ بندہ سے جو کچھ صادر ہوا ہے وہ اگرچہ حق تعالےٰ ہی کے پیدا فرمائے سے ہے لیکن حق تعالےٰ نے جو کچھ پیدا کیا وہ جبر نہ تھا بلکہ اوس کی استعداد کی اقتضاء سے تھا اور اوسکی تبدیل محال تھی کیونکہ وہ قدیم ہے اسی طرح اوس استعداد کے خلاف پیدا کرنا بھی ممتنع تھا کیونکہ فعلیت کے لئے قوت شرط ہے (اگر خلاف پیدا کرتے اوس کی قوت تھی نہیں) اھ میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں پر یہ استعداد اور استعداد بمعنے امکان ذاتی مختلط ہوگئی اور وہ امکان ذاتی قدیم ہے اور غیر مجعول ہے اور اوس کے غیر مجعول ہونے میں کوئی محذور نہیں کیونکہ وہ امر عدمی محض ہے جو جعل کو قبول نہیں کرتا اور یہ امکان ممکن سے کبھی منفک نہیں ہوتا کیونکہ امکان ہمیشہ بالذات ہوتا ہے بالغیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر امکان بالغیر ہو تو لازم آتا ہے کہ وہ شئے ممکن واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہوگی (پھر ممکن

بن گئی تو انقلاب حقائق لازم آوے گا اور وہ محال ہے اور جب امکان ذاتی ہوا تو ممکن سے کبھی منفک نہ ہوگا نہ اوس کے وجود کی حالت میں اور نہ عدم کی حالت میں پس وہ امکان ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے لیکن چونکہ وہ کوئی وجودی چیز نہیں (بلکہ اوس کی حقیقت عدم الوجوب وعدم الامتناع ہے جو کہ عدمی محض ہے) اس لئے کوئی محذور لازم نہ آوے گا اس لئے کہ محذور کسی شئے موجود کا ازلی ہونا ہے نہ کہ کسی شئے معدوم کا اس لئے کہ اعدام سب ازلی ہیں سو یہ حکم اوس استعداد کا ہے جو بمعنے امکان کے ہے اور اون لوگوں پر وہ مختلط ہوگئی اور باوجود اس امر باطل کے قائل ہونے کے اوس اشکال سے اون کو خلاصی نہیں ہوئی بلکہ اوس سے زیادہ سخت اشکال اون پر لازم آگیا اس لئے کہ وہ باری تعالیٰ کے جابر ہونے سے بھاگے تھے اب اون پر باری تعالیٰ کے ایسے مجبور و غیر مختار ہونے کا اشکال لازم آگیا کہ (نعوذ باللہ) وہ اوس استعداد کے مقتضا کے خلاف پر (بھی) قادر نہیں اور اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ بارش سے بھاگے تھے اور پرنالے کے نیچے کھڑے ہوگئے پس خوب تفکر اور تذکر و تدبر و تبصر سے کام کرو اور اس تحقیق پر شکر کرو۔

**الحدیث** ان اللہ تعالیٰ مع الدائن[عہ] حتی یقضی دینہ مالم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ تعالیٰ (تخ ہ لک) عن عبد اللہ بن جعفر (صح) **ف** ہذا اصل لما علیہ بعض اہل الطریق لا یبالون بالدین فی الخیر ولو غیر واجب وبعضہم یاخذون بجانب الحزم فی ذلک نظرًا الی الوعید

**حدیث** اللہ تعالیٰ مدیون کے ساتھ ہے یہانتک کہ وہ اپنا دین ادا کردے جب تک کہ اوس کا دین ایسی چیز کیلئے نہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں **ف** یہ اصل ہے بعض اہل طریق کے معمول کی کہ امور خیر کے لئے قرض لینے میں باک نہیں کرتے اگرچہ وہ واجب نہ ہو اور بعضے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں سو پہلی جماعت وعید کو مکروہ شرعی پر

عہ فی القاموس رجل دائن ومدین ومدیون ومدان علیہ دین الخ ۱۲

الجواز والحزم فی الدین

فیہ والاولون یحملون الوعید علی المکروہ شرعا والآخرون یحملون الفضل علی ما لابد منہ ولکل وجہۃ ھو مولیھا۔

**الحدیث** ان الارض لتعج الی اللہ تعالیٰ من الذین یلبسون الصوف ریاء (فر) عن ابن عباس (رض) **ف** فیہ ذم للصوفیۃ المرائین ونعم ما قیل فی مثل الملبس الریائی

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بےغش باشد
اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

**الحدیث** ان العبد آخذ عن اللہ تعالیٰ ادبا حسنا اذا وسع علیہ وسع و اذا امسک علیہ امسک (حل) عن ابن عمر (ض) **ف** فیہ فضل لمن یتبع اقتضاء الوقت ویسمی بابن الوقت فی احد الاصطلاحین وامثال ھذہ الرعایۃ کثیرۃ فی الصوفیۃ وفی مثل ذلک قیل ؎

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

محمول کرتے ہیں اور دوسری جماعت فضیلت کو ضرورت پر محمول کرتے ہیں اور ہر ایک کی جدا جہت ہے کہ وہ اوس کی طرف رخ کیے ہے۔

تنا ذم المرائی فی الصوف

**حدیث** زمین اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتی ہے اون لوگوں سے جو صوف کا لباس ریا سے پہنتے ہیں (کہ لوگ اون کو صوفی صوفی کہیں) **ف** اس میں ریاکار صوفیوں کی مذمت ہے اور ایسے نمائشی لباس کے باب میں خوب کہا گیا ہے نقد صوفی الخ اعربی حصہ میں دیکھ لو

تنا اتباع اقتضاء الوقت

۱۰۳ **حدیث** بندہ اللہ تعالیٰ سے حسن ادب حاصل کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اوس پر وسعت فرماتا ہے وہ بھی (دوسروں پر) وسعت کرتا ہے اور جب اوس پر تنگی فرماتا ہے وہ بھی تنگی کرتا ہے (یہ نہیں کہ اپنی ایک وضع قرار دیکر اوسکو نباہتا ہے اور اوس میں تکلیف اوٹھاتا ہے) **ف** اس میں اوس شخص کی فضیلت ہے جو اقتضاء حال کے تابع رہتا ہے اور ایسے شخص کو ایک اصطلاح میں ابن الوقت کہا جاتا ہے (اور دوسری اصطلاح میں ابن الوقت مغلوب الحال پر اطلاق کیا جاتا ہے) اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں کثرت سے ہیں اور ایسے ہی باب میں کہا گیا ہے ؎ صوفی ابن الوقت

باشد الخ (عربی حصہ میں دیکھ لو)

**الحدیث** ان احدکم مرأۃ اخیہ فاذا رای بہ اذی فلیمطہ عنہ **ف** فی ھذا التشبیہ ادب النھی عن المنکر لشخص معین بان یطلعہ علی عیبہ ولا یطلع علیہ غیرہ کما ان شان المرأۃ ھذا بعینہ۔ ۱۰۳ ادب النہی عن المنکر

**حدیث** تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی (مسلمان) کا آئینہ ہے پس جب وہ اس میں کوئی گندگی (یعنی عیب کی بات) دیکھے اوس کو اوس سے (آئینہ کی طرح) دور کردے **ف** آئینہ کے ساتھ نسبت دینے میں کسی معین شخص کو نہی عن المنکر کرنے کا ادب بتلایا گیا ہے اس طور سے کہ خود اوس کو تو اوس کے عیب پر مطلع کردے اور دوسرے کو مطلع کرے چنانچہ آئینہ کی بعینہ یہی شان ہوتی ہے (کہ آئینہ تو اوس کا عیب ظاہر کردیتا ہے مگر دوسرے کو اطلاع نہیں کرتا (چنانچہ ظاہر ہے)۔

**الحدیث** ان دین اللہ لن ینصرہ الا من حاطہ من جمیع جوانبہ (للحاکم) ۱۰۴
یعنی من کان فی دینہ نقص ولو من وجہ لم یوفق لنصرۃ دین اللہ وھذا بیان لاصل سنۃ اللہ فلا ینافی ما ورد ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر فانہ نادر لعارض ولیست سنۃ مستمرۃ ومن ثم تری القوم یھتمون لمن تشبث بھم ان یکمل دینھم فلا یرون بھم شیئا یخل بالکمال الا یواخذون علیہ فیحسبھم الجاھل غلاظا شدادا وحاشاھم عن ذلک۔ ۱۰۵ اہتمام القوم بتکمیل اہلیہم

**حدیث** اللہ کے دین کی نصرت وہی کرسکتا ہے جو اوس دین کو اوس کی تمام جوانب سے احاطہ کئے ہو یعنی جس کے دین میں کچھ نقص ہوگا اگرچہ وہ نقص من وجہٍ ہی ہو اوس کو دین الٰہی کی نصرۃ کی توفیق نہیں ہوتی اور یہ بیان ہے اصل عادۃ الٰہیہ کا پس یہ مضمون اوس حدیث کے منافی نہ ہوگا جس میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کردیتا ہے کیونکہ یہ نادر ہے کسی عارض کی وجہ سے اور سنت مستمرہ نہیں ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو

باقی آئندہ

دیکھتے ہوکر اپنے متوسلین کے لئے اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ اون کا دین مکمل ہوجاوے پس اون میں ذرا بھی کوئی بات دیکھتے ہیں جو کمال میں مخل ہو وہ اُس پر مواخذہ کرتے ہیں پس جاہل آدمی اون کو غلیظ شدید سمجھتا ہے اور حاشا وکلا جو وہ ایسے ہوں۔

**الحدیث** ان الشیطان ربما سبقکم بالعلم (من الکنوز بروایۃ ابن عساکر لکن لیس للبخاری قطعا فلعلہ یکون الخرائطی) **ف** فیہ انہ لا یغتر المرء بعلمہ فان اصل الامر ھو العمل و انما العلم مقدمۃ لہ ومحض المقدمۃ بدون المقصود لیس بشیٔ وکون الشیطان سابقا بالعلم فی بعض الاوقات کما ھو المدلول النقلی کذلک ھو المدلول العقلی ایضا فانہ یلبس علی العلماء کثیرا فی العلوم کما ھو مشاھد فی المبتدعین ولا یقدر احد علی التلبیس فی شیٔ حتی یکون الملبس اعلم ممن یلبس علیہ

**حدیث** ۔شیطان بعض اوقات تم سے علم میں بڑھ جاتا ہے **ف** اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ کسیکو اپنے علم پر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کیونکہ اصل چیز عمل ہے اور علم تو اوس کا ایک مقدمہ ہے اور محض مقدمہ بدون مقصود کے کوئی چیز نہیں اور شیطان کا بعض اوقات علم میں سابق ہوجانا جیسا مدلول نقلی ہے (جیسا حدیث بالا سے ثابت ہوا) ایسا ہی مدلول عقلی بھی ہے کیونکہ وہ علماء پر علوم ہی میں بکثرت تلبیس کرتا ہے جیسا بدعتی علماء میں اس کا مشاہدہ ہے اور کوئی شخص کسی کو کسی شئے میں دھوکہ نہیں دے سکتا جب تک کہ تلبیس کرنے والا اوس شخص سے اوس شئے میں زیادہ علم و مہارت اسنہ رکھتا ہو جس پر تلبیس کرتا ہے۔

**الحدیث** ۔ان فلانا اھدی الی ناقۃ فعوضتہ منہا ست بکرات فظل ساخطا لقد هممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قرشی او انصاری

**حدیث** فلاں شخص نے مجھکو ہدیہ میں ایک ناقہ دی میں نے اوس کے عوض میں چھ جوان اونٹ دیئے مگر وہ ناراض رہا میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ بجز قریشی

۱۰۵

رد الہدیہ بوجہ العذر

او ثقفي او دوسي (حم ت) عن ابي هريرة
رضي الله عنه. ف دل على جواز رد الهدية
بعذر صحيح كما عزم رسول الله
صلى الله عليه وسلم على عدم قبولها
ممن يهدي لطلب الجزاء ويسخط
بالجزاء القليل وتخصيص هذه
القبائل لاتصافهم بمكارم الاخلاق
وشرف النفس وطيب العنصر اذا
اهدى احدهم اهداها عن
سماحة نفس لا للحصر فيلحق بهم من
سواهم ممن اتصف بشرف النفس فلا
۱۰۶ تدافع بينه وبين ما ورد من انه
قبل من غيرهم۔

یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کے کسی کا ہدیہ
قبول نکروں گا **ف** اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ کسی صحیح عذر سے ہدیہ کا رد
کر دینا بھی جائز ہے جیسا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے (اس واقعہ میں) اس پر
عزم فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ
فرماویں گے جو ہدیہ میں بدلہ چاہے
اور قلیل بدلہ میں ناراض ہو اور ان
قبائل کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ لوگ
مکارم اخلاق اور شرافت نفس اور
اصل کی پاکیزگی کے ساتھ موصوف ہیں
اور یہ تخصیص حصر کے لئے نہیں اور
ان قبائل کے علاوہ جو اور لوگ شرافت
نفس کے ساتھ متصف ہوں وہ بھی ان ہی کے حکم میں ہیں پس اس حدیث میں اور
دوسری جن حدیثوں میں دوسرے لوگوں سے ہدیہ قبول کرنا وارد ہے اول میں
تعارض نہیں۔

نزع النعم ممن بخل عن اداء حقوق الناس

**الحديث** ان الله تعالى عبادًا
يختصهم بالنعم لمنافع العباد ويقرها
فيهم ما بذلوها فاذا منعوها نزعها
منهم فحولها الى غيرهم ابن ابي الدنيا
في قضاء الحوائج (طب حل) عن ابن
عمر (ح) **ف** الحديث ناع على من بخل
بما اتاهم الله من فضله ما لا كان

**حدیث** اللہ تعالے کے کچھ بندے
ہوتے ہیں جن کو (خاص) نعمتوں کیساتھ
مخصوص فرماتا ہے اور ان نعمتوں کو
اون میں برقرار رکھتا ہے جب تک
وہ اوس کو صرف کرتے رہتے ہیں پھر
جب وہ اوس کو مستحقین سے روک
لیتے ہیں تو اون سے لیکر دوسروں

اوعلما ظاهرا كان او باطنا ويحسبون
ان الكمالات كانها مملوكة لهم
ولا يخافون ان الله ان يذهب بالذي
آتاهم واما منع شئ من غير اهله
فليس من البخل في شئ۔

کی طرف منتقل فرما دیتا ہے **ف** یہ حدیث
اون لوگوں کی مذمت فرما رہی ہے جو
اللہ تعالے کے دیئے ہوئے فضل
میں بخل کرتے ہیں خواہ وہ دی ہوئی
چیز مال ہو یا علم ہو پھر وہ علم خواہ ظاہری ہو
یا باطنی ہو اور یہ سمجھتے ہیں کہ کمالات گویا ان کی ملک ہیں اور اللہ تعالے اسے ڈرتے
نہیں کہ جو کچھ اون کو دیا اوس کو سلب کرے باقی کسی چیز کا اوس کے غیر اہل سے
روک لینا (اور اوس کو نہ دینا) اوس کو بخل سے کوئی مس نہیں (بلکہ یہ تو
شرعاً مطلوب ہے)

**الحديث** ان لله تعالى عبادا
يعرفون الناس بالتوسم الحكيم
والبزار عن انس (ح) قال العزيزي
عن التقريب توسمت فيه الخير
تفرست قال الحفني اي يدركون
الناس اي بواطنهم بالتوسم اي
بالكشف والالهام وهذه فراسة
المؤمن في خبر اتقوا فراسة المؤمن
اھ **ف** فيه اثبات لصحة بعض الالهام
والكشف وقد صح ممن لا يحصى من
الصلحاء والاولياء صحة لا يكون معه
شئ من التلبيس لكن مع هذا ليس
حجة شرعية ونظيره من الاحكام
المشهورة ان من رأى هلال شوال

**حدیث** اللہ تعالے کے بعضے ایسے
بندے ہیں کہ وہ لوگوں (کی حالت)
۱۰۷ کو فراست سے پہچان لیتے ہیں حدیث
میں جو توسم کا لفظ ہے عزیزی نے
فراست سے تفسیر کی ہے اور حفنی
نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کی
باطنی حالت کو کشف والہام سے دریافت
کر لیتے ہیں اور اس حدیث میں کہ اتقوا
فراسۃ المؤمن فراست سے یہی
مراد ہے **ف** اس حدیث میں دلیل
ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونے کی
اور بیشمار صلحاء واولیاء سے اس کا
ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی تلبیس
کی آمیزش نہیں لیکن باوجود اس

لتسع وعشرين من رمضان في الغيم
ولم تقبل شهادته لكونه واحدا
فرؤيته وان كانت صحيحة خالية
عن الالتباس قطعا لكن ليس حجة
حتى للرائي نفسه حيث يجب عليه ان
يصوم غدا كسائر الناس فالصحة
لا يستلزم الحجية فاياك والتفريط
حيث تنكر صحتهما والافراط حيث
تحتج بهما كما زل البعض حيث حكموا
بحجية الكشف والالهام لكن لصاحبهما
وقد عرفت ما هو الحق فيه وقل
من نبه على هذا الفرق۔ ۱۷۸

(صحت) کے وہ حجۃ شرعیہ نہیں ہے
اوراس کی نظیر احکام مشہورہ سے
یہ ہے کہ جو شخص عید کا چاند ابر میں
رمضان کی اونتیس تاریخ کو دیکھ لے
مگر قاضی کے یہاں بوجہ واحد ہونے کے شہادت
قبول نہ ہو تو اُس کا چاند دیکھنا اگرچہ واقع
میں یقیناً بالکل صحیح اور التباس سے
خالی ہو مگر حجت نہ ہوگی حتے کہ خود دیکھنے
والے کے لئے بھی حجت نہ ہوگی چنانچہ
اُس پر واجب ہوگا کہ اگلے روز سب
کے ساتھ روزہ رکھے پس صحیح ہونا
حجت ہونے کو مستلزم نہیں پس تم
تفریط سے بھی بچنا کہ کشف والہام کی صحت ہی کا انکار کرنے لگو اور افراط سے بھی بچنا
کہ اون کو حجت سمجھنے لگو جیسا بعض کو لغزش ہوگئی ہے کہ کشف والہام کی حجیت کا حکم کردیا
لیکن صرف اپنے ہی لئے اور تم کو معلوم ہوچکا کہ اس میں حق کیا ہے۔ (یعنی اپنے لئے
بھی حجت نہیں) اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر تنبیہ کی ہو (کہ صحت اور چیز
ہے اور حجیت اور چیز ہے)

**الحديث** ان لله عبادا يضن بهم
عن القتل ويطيل اعمارهم في
حسن العمل ويحسن ارزاقهم
ويحييهم في عافية ويقبض ارواحهم
في عافية على الفرش فيعطيهم منازل
الشهداء (طب) عن ابن مسعود (ض)

**حدیث** اللہ تعالیٰ کے بہت سے
بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالے اونکو
قتل سے محفوظ رکھتا ہے (یعنی اون پر
کسی مخلوق کو مسلط نہیں فرماتا)
اور اون کی عمروں کو دراز فرماتا ہے
اور اون کو اچھا رزق دیتا ہے (اچھے

باقی آئندہ

وبطریق اخرعن ابن عمر نحوہ وزاد
اولئک الذین تمر علیھم الفتن کقطع
اللیل المظلم وھم منھا فی عافیة
(طب حل) قال العزیزی للطریق
الثانی حدیث حسن **ف** فیہ ان
تسلیط البلاء لیس من لوازم الولایة
وما ورد ان اشد الناس بلاء الانبیاء
الحدیث فوجہ الجمع اما حمل علی
الاکثر وحمل حدیث المتن علی الاقل
واما حمل علی الاعم من المعنوی
والحسی وحمل حدیث المتن علی
الحسی فقد ثبت عن بعض الاولیاء
انھم عاشوا فی احسن تنعم وماتوا
فی راحة وبعضھم عاشوا
فی آلام واسقام وماتوا فی غربة
وکربة والکل رحمة وحکمة

ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حلال دیتا ہے
اور فراخی سے دیتا ہے) اور اون کو
عافیت میں زندہ رکھتا ہے اور اونکی
جان عافیت کے ساتھ اونکے بستروں پر
قبض فرماتا ہے پھر اون کو شہدا کے
مراتب عطا فرماتا ہے اور دوسری روایت
میں یہ اور زیادہ کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں
کہ اون پر ایسے فتنے گذر جاتے ہیں کہ
جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے
ہیں اور وہ اون فتنوں سے بھی عافیت
میں رہتے ہیں **ف** اس حدیث میں اسپر
دلالت ہے کہ بلاؤں کا مسلط ہونا لوازم
مقبولیت سے نہیں جیسے بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ بزرگ ہمیشہ مصیبت میں
مبتلا رہتے ہیں اور یہ جو حدیثوں میں
آیا ہے کہ سب سے زیادہ سخت بلا میں
انبیاء ہوتے ہیں سو ان دونوں میں وجہ تطبیق دو ہیں یا تو دوسری حدیث کو اکثری حالت
پر محمول کیا جاوے اور پہلی حالت کو اقل حالت پر (کہ اکثری حالت تو بلاء ہی کی ہے لیکن بعض کیلئے
ایسا نہیں ہوتا) اور یا دوسری حدیث میں بلاء سے مراد عام لی جاوے خواہ بلاء معنوی
ہو یا حسی ہو (تو اس سے کوئی خالی نہیں) اور پہلی حدیث کو بلاء حسی پر محمول کیا جاوے
(کہ اوس سے بہت بندے خالی ہوتے ہیں گو باطنی بلاء یعنی مجاہدہ و فکر و حزن میں مبتلاء
ہوتے ہیں) چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی حالت ثابت ہوئی ہے کہ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ تنعم میں
زندہ رہے اور کامل راحت میں وفات فرمائی اور بعضے طرح طرح کی تکالیف اور

اور امراض میں زندہ رہے اور غربت اور کربت میں وفات فرمائی اور یہ سب حالتیں رحمت و حکمت ہیں (کسی حالت میں رحمت ظاہر ہے کسی میں خفی اور حکمت سب حالات میں ہے) ف وجہ جمع کو سوچتے ہوئے مثنوی کی طرف رجوع کیا و فتر سوم کے ختم کے قریب یہ اشعار نکلے ؎

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست　　　گاہ گفتے کایں حیات جان ماست

گاہ فریادش بگردوں بر شدے　　　گہ خیال دلبرش ہمدم بدے الخ

جس سے تائید ہوتی ہے جمع کے وجہ ثانی کی کہ بلا رعام ہے یہ شخص صاحب حکایت ظاہراً ابلا رمیں تھا اور باطناً لطف ولذت میں تھا فقط

**الحدیث** ان للمسلم حقا اذا رأ اخوہ ان یتزحزح لہ (ھب) عن واثلۃ ابن الخطاب (ض) ف وھذا اکرام فی اللازمۃ للقوم کما ھو مشاھد

**حدیث** مسلمان کا حق ہے جب اوسکو اس کا بھائی مسلمان (اپنے پاس آتا ہوا) دیکھے تو اوس کے لئے (اسطرح) حرکت کرے (جس سے وہ سمجھے کہ میرے آنے سے اس کو نشاط ہوا ہے اور میرے بیٹھنے کی جگہ کا اہتمام کرتا ہے ف اور یہ صوفیہ کے گویا اخلاق لازمہ سے ہے جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے (جس سے اس قوم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ مطلوبات شرعیہ اون کے عادات طبعیہ ہو گئے ہیں)۔　۱۱۰ اکرام القادم

**الحدیث** ان لکل امۃ امینا و ان امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح (خ) عن انس رضی **الحدیث** ان لکل امۃ حکیما و حکیم ھذہ الامۃ ابو الدرداء (ابن عساکر عن جبیر ابن نفیر مرسلا (ض) ف دل الحدیثان علی استحسان التلقیب الحسن لمن ھو اھلہ و قد شوھد فی عادات

**حدیث** ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں **حدیث** ہر امت کا ایک حکیم ہے اور اس امت کے حکیم ابو الدرداء ہیں ف دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں کہ کسیکو کوئی اچھا لقب دیدینا مستحسن ہے بشرطیکہ وہ اوس کا اہل ہو اور بعض مشائخ کے معمولات میں اس کا مشاہدہ　التلقیب بعض دوفی الطریق

بعض المشائخ۔ ہوا ہے (کہ) اپنے سلسلہ میں داخل ہونے والوں کو کوئی خاص جدید لقب دیتے ہیں مگر اہلیت شرط ہے)۔

**الحدیث** (ولقب بیانہ بالتحریض علی صالح التعریض) ان مثل لذی یعود فی عطیتہ کمثل الکلب اکل حتی اذا شبع قاء ثم عاد فی قیئہ فاکلہ عن ابی هریرة (ح) ف اعلم ان الحدیث محمول عند الحنفیة علی الاستقباح لا علی التحریم کما فی الهدایة وهذا الاستقباح عند بعضهم کراهة التنزیہ وعند بعضهم کراهة التحریم کذا فی الدر المختار و عند غیرهم للتحریم والحدیث بظاهرہ یدل علی التحریم لان العود فی القیئ حرام لکن اذا نظر الی الاکل وهو الکلب یدل علی عدم التحریم لان فعل الکلب لا یوصف بالتحریم وعلی تفسیر الحنفیة یدل الحدیث علی مسئلة مهمة عملیة یستعملها المحققون من الصوفیة فی تربیة اصحابهم وهی انهم قد یتکلمون فی مخاطبات اصحابهم بعبارة هی موضوعة لحقیقة لکنها موهمة لحقیقة اخری ـــہ

**حدیث** (اور اس حدیث کی شرح کا لقب یہ ہے التحریض علی صالح التعریض) جو شخص اپنی دی ہوئی چیز کو واپس کرے اوسکی مثال کتے کی سی ہے کہ اول کھاتا ہے یہانتک کہ جب پیٹ بھر جاتا ہے قے کر دیتا ہے پھر اوس قے کو چاٹتا ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک تنفیر پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر جیسا ہدایہ میں ہے پھر یہ تنفیر بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض کے نزدیک کراہۃ تحریمی ہے جیسا درمختار میں ہے اور غیر حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث تحریم کے لئے ہے اور حدیث اپنے ظاہر الفاظ سے تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ قے کا چاٹنا حرام ہے لیکن جب اوس قے کے چاٹنے والے کی طرف نظر کیجاوے کہ کتا ہے تو پھر حدیث عدم تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کتے کا فعل تحریم کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا یہ تو اختلاف مذاہب کا بیان تھا آگے اس حدیث سے ایک مسئلہ

غیر مدلوله ویریدون ایهام المخاطب
لهذه الحقيقة الاخرى لمصلحة راجعة
الى المخاطب ومن شرطها كون هذه
المصلحة بحيث لو اراد تحصيلها بطريقها
الظاهر لساغ له لكن ذلك الطريق
كان صعبا عليه وهذا الطريق الموهم
سهل عليه ومن امثلة هذه المسئلة
جواب استاذی مولانا محمد یعقوب
رحمه الله تعالى لبعض الذاكرين
شكا اليه رحمه الله عدم المداومة
على الذكر فراى فيه اثار العجز
عن المداومة وراى انه لا يرضى ۱۱۲
بالعمل الغير الدائم وانه لو لم
يتيسر له المداومة لترك العمل بالكلية
فاجاب رحمه الله تعالى ان العمل
تارة وتركه اخرى نوع من المداومة
ايضا فانه مداومة على مجموع العمل
والترك فحصل له نشاط من هذا
الجواب ولم يترك العمل راسا
ثم ببركة هذا النشاط وهذا العمل
حصل له المداومة المطلوبة فقوله رح
ان العمل تارة وتركه اخرى نوع
من المداومة اوهم المخاطب ان هذه

تصوف کے استنباط کا ذکر ہے)
اور (وہ یہ کہ) حنفیہ کی تفسیر پر یہ حدیث
ایک ضروری عملی مسئلہ پر دال ہے
جس کو صوفیہ محققین اپنے متعلقین کی
تربیت میں استعمال میں لاتے ہیں
اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات
بعض اوقات اپنے متعلقین کے خطاب
میں ایسی عبارت کے ساتھ تکلم کرتے
ہیں کہ وہ موضوع تو ایک حقیقت کیلئے
ہے لیکن موہم دوسری حقیقت کیلئے
ہے جو اس عبارت کا مدلول نہیں اور
(اس عبارت کے تکلم کے وقت) مقصود
اون کا مخاطب ہی کی مصلحت کیلئے
اوس کے ذہن کو اوس دوسری حقیقت
(غیر مدلولہ) کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے
اور اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ
مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوس کو اوسکے
ظاہری طریق سے ہی حاصل کرنے کا
ارادہ کیا جاوے تو متکلم کے لئے جائز
ہو لیکن یہ ظاہری طریق اوس مخاطب
پر دشوار تھا اور یہ طریق موہم اوس پر سہل
تھا اور اس مسئلہ کی مثالوں میں سے
ایک مثال میرے استاد حضرت

باقی آیندہ

مداومة مطلوبة ولم يكن مرادًا
له لان المداومة المطلوبة
هي التي لا يكون معه ترك الا نادرًا
فلو اجاب بان العمل تارة وتركه
اخرى وان لم يكن مداومة
لكن لا ينبغي تركه بالكلية وهو يكون
سببا للمداومة المطلوبة ان شاء الله
تعالى لصعب عليه العمل بهذا الجواب
فلهذه المصلحة اختار هذا الطريق
وبه سهل عليه العمل ثم وفق
للمداومة عليه وجه دلالة الحديث
عليه ظاهر على مسلك الحنفية فان
قوله صلى الله عليه وسلم كمثل
الكلب يعود في قيئه اوهم المخاطب
بحرمته ومراده صلى الله عليه وسلم
الاستقباح فقط فلو صرح صلى الله
عليه وسلم بعدم تحريمه لكان ترك
العود اصعب وبعدم التصريح به
سهل اما تحقق الشرط المذكور في
قولي ومن شرطها كون هذه المصلحة
بحيث لو اريد تحصيلها بطريقها الظاهر
لساغ له ذلك الخ فبيانه انه صلى الله
عليه وسلم لو نهى عن العود في الهبة

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
کا ایک جواب ہے جو بعض ذاکرین کو دیا تھا
جس نے اون سے ذکر پر مداومت نکر سکنے
کی شکایت کی تھی اور اونھوں نے اوس
ذاکر میں ذکر پر مداومت کرنے سے
عجز کے آثار محسوس فرمائے اور یہ بھی
محسوس کیا کہ یہ عمل غیر دائم پر راضی نہ ہوگا
اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس کو دوام
میسر نہ ہوا تو عمل کو بالکلیہ ترک کردیگا
پس اونھوں نے اوس کو یہ جواب
دیا کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی اوس کا ترک
کردینا یہ بھی ایک نوع کی مداومت ہے ۱۱۳
کیونکہ یہ مجموعہ عمل و ترک پر مداومت
ہے تو اس جواب سے اوس شخص کو ایک
طرح کا نشاط پیدا ہوگیا اور اوس نے
بالکلیہ عمل کو ترک نہیں کیا پھر اوس نشاط
اور اس عمل (غیر دائمی) کی برکت سے
اوس کو مداومت مطلوبہ حاصل ہوگئی
پس مولانا کے اس ارشاد سے کہ کبھی
عمل کرنا اور کبھی ترک کردینا یہ بھی ایک
قسم کی مداومت ہے مخاطب کے خیال
میں یہ بات آگئی کہ یہ مداومت بھی مداومت
مطلوبہ ہے اور مولانا کی یہ مراد نہ تھی

بدون هذا التمثيل مع كونه مباحا
في نفسه لساغ له كما يدل عليه قوله
تعالى وما كان لمؤمن ولا مؤمنة
اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون
لهم الخيرة من امرهم حيث ان
اباء زينب عن نكاح زيد كان
مباحا في نفسه لكنه صلى الله عليه
وسلم لما امر بالنكاح ونهى عن الاباء
وجب عليها اطاعته في هذا المباح
وكان هذا في حكم جزئي اما وجوب
مثل هذا المباح في حكم كلي فيؤخذ
على قول بعض العلماء من قوله صلى الله ۱۱۴
عليه وسلم لمن سال عن الحج افي كل
عام لو قلت نعم لوجب قال النووي
فيه دليل للمذهب الصحيح انه صلى الله
عليه وسلم كان له ان يجتهد في الاحكام
ولا يشترط في حكمه ان يكون بوحي
فثبت انه جاز له صلى الله عليه وسلم
ايجاب مباح وتحريم مباح لا منه
برايه ثم بقاء حكم هذا الاجتهاد ونسخه
فامر آخر وقال الشوكاني في باب
وجوب الحج تحت قوله عليه السلام
لو قلت نعم لوجب استدل به على

کیونکہ مداومت مطلوبہ تو وہی ہے کہ جس کے
ساتھ بجز شاذ و نادر کے ترک کبھی نہ ہو سو اگر
مولانا یہ جواب دیتے کہ کبھی عمل کرنا اور
کبھی ترک کر دینا اگرچہ مداومت نہیں
ہے لیکن بالکلیہ ترک مناسب نہیں
اور یہی انشاء اللہ تعالےٰ سبب ہو جاویگا
مداومت مطلوبہ کا تو اس مخاطب کو اس
جواب پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا پس اس
مصلحت کے لئے اس طریق کو اختیار
کیا اور اس سے اوس پر عمل سہل ہو گیا
پھر اوس کو مداومت کی توفیق ہو گئی
اور اس حدیث کی دلالت اس مسئلہ
پر حنفیہ کے مسلک پر ظاہر ہے کیونکہ حضورؐ
اقدس کا یہ ارشاد کہ اوس کی مثال
کتے کی سی ہے جو اپنی قے میں عود کرتا
ہے مخاطب میں حرمت کے خیال کو
پیدا کرتا ہے اور حضور کی مراد صرف
تنفیر ہو سو اگر آپ عدم تحریم کی تصریح فرماتے
تو ترک عود فی الہبۃ دشوار ہوتا نفس
میں بار بار یہی داعیہ پیدا ہوتا کہ حرام تو
ہے ہی نہیں پھر نفع کو کیوں چھوڑیں
اور جب عدم تحریم کی تصریح نہیں فرمائی
تو اب ترک عود سہل ہو گیا کیونکہ نفس کو

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفوض
الی الاحکام وفی ذلک خلاف مبسوط
فی الاصول اھ وھذا اقوی دلالۃ
علی ما قلناہ فی انہ جاز لہ صلی اللہ
علیہ وسلم تشریع حکم عام فتحقق الشرط
باتم وجہ واوضحہ ولا یضر الاختلاف
فی امثالہ ولو ضر لضر الدلیل الخاص
وغایتہ انتفاء الدلیل الخاص ولا یستلزم
انتفاءہ انتفاء المدلول لامکان ثبوتہ
بدلیل اٰخر کحدیث مسلم الاٰتی ھھنا
وھو الصق بغرضنا لان غرضنا
ھو الاستدلال علی طریق الاصلاح
الخاص لا التشریع العام الذی
کان فی حدیث الھبۃ ویکفی بھذا
الغرض حدیث مسلم کما ستعلم
وھو ما فی قولی وفی الباب حدیث
آخر اصرح فی الدلالۃ من حدیث
المتن وھو ما فی صحیح مسلم باب
صحۃ الاقرار بالقتل الی قولہ استحباب
طلب العفو متہ عن وائل فی قصۃ
تمکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولی القتیل من القصاص انہ لما ولی
قال صلی اللہ علیہ وسلم ان قتلہ فھو

مایوسی ہوگئی کہ اب اس کی گنجائش نہیں
رہی، باقی اوس شرط کا تحقق جس کا ذکر
میرے اس قول میں تھا کہ اسکی ایک شرط
یہ بھی ہے کہ وہ مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوسکو
اوس کے ظاہری طریق سے بھی حاصل
کرنے کا ارادہ کیا جاوے تو متکلم کے لئے
جائز ہو الخ سو اس شرط کے تحقق کا بیان
یہ ہے کہ اگر باوجود اس عود کے مباح
فی نفسہ ہونے کے بھی بدون اس تمثیل
کے اس عود سے منع فرما دیتے تو آپ کو
اس کا حق تھا جیسا یہ آیت اس پر دلالت
کرتی ہے کہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن 115
عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اسکا
رسول ص کسی بات کا حکم کردیں تو پھر بھی
اون کو اوس بات میں اختیار باقی رہے
اگو وہ امر فی نفسہ محل اختیار تھا مگر اب
حتمی حکم کے بعد محل اختیار باقی نہیں رہا
چنانچہ حضرت زینب کا زید کے ساتھ
نکاح کرنے سے انکار فی نفسہ مباح تھا
لیکن جب حضور اقدس نے نکاح کا حکم
فرمادیا اور انکار سے منع فرمادیا تو زینب
پر اس مباح میں آپ کی اطاعت واجب
ہوگئی اور یہ (وجوب الطاعت) ایک امر جزئی

مثلہ وفی طریق اخری لہ عن وائل
قال صلی اللہ علیہ وسلم القاتل والمقتول
فی النار اہ اراد صلی اللہ علیہ وسلم
طلب العفو عنہ لمصلحۃ یحتمل وجوھا
وھو مما لو امرہ بہ صریحا لوجب علیہ
لکن لم یامرہ بصریح اللفظ کیلا یاثم
ان لم یمتثل فغرض صلی اللہ علیہ و
سلم بقول فھم منہ المخاطب ما
یردہ صلی اللہ علیہ وسلم فان المعنی
المراد لہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلق
المماثلۃ فعلا لا حکما ودخول بعض
القاتل النار لا خصوص ھذا القاتل
الذی یقتل الظالم قصاصا وبتایید استدلالی
بالحدیث علی المسئلۃ التصوفیۃ
بما قال النووی فی شرح الحدیث
وان کان ما قالہ مجملا وما قلتہ مفصلا
ونصہ وانما قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ما قال بھذا اللفظ الذی ھو
صادق فیہ والایھام مقصود صحیح
وھو ان الولی ربما خاف فعفا والعفو مصلحۃ للولی
والمقتول فی دینھما وفیہ مصلحۃ للجانی وھو انقاذہ
من القتل فلما کان العفو مصلحۃ توصل الیہ
بالتعریض وقد قال الضمری وغیرہ

میں تھا باقی ایسے مباح کا کسی حکم کلی میں
واجب ہو جانا یعنی خود آپ کے ذاتی
حکم کا تشریع عام بنجانا سو بعض علماء
کے قول پر آپ کے اس ارشاد سے
ماخوذ ہوتا ہے جو آپ نے اوس شخص
سے فرمایا تھا جس نے حج کے باب میں
پوچھا تھا کہ کیا ہر سال میں حج واجب
ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدیتا
تو پھر ہر سال کے لئے واجب ہوجاتا
(ماخوذ ہونے کی تقریر یہ ہے کہ نووی
نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذہب
صحیح کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ ۱۱۶
علیہ وسلم کو احکام میں اجتہاد فرمانیکا
اختیار تھا اور آپ کے حکم میں یہ شرط
نہیں کہ وہ وحی ہی سے ہو اھ اس سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے مبارک
سے کسی مباح کے واجب فرما دینے
کا یا کسی مباح کے حرام فرما دینے کا
حق تھا اس لئے اوس سائل کے سوال
کے وقت اگر یہی رائے ہوجاتی کہ ہر سال
کے لئے واجب کردینا چاہیئے تاکہ سبکو
بصیرت حاصل ہو کہ بے ضرورت سوال

باقی آئندہ

من علماء اصحابنا وغيرهم ليستحب
للمفتي اذا رأى مصلحة في التعريض
للمستفتي ان يعرض تعريضا يحصل
به المقصود مع انه صادق فيه الى
قوله كمن يسأل عن الغيبة في الصوم
هل يفطر بها فيقول جاء في الحديث
الغيبة تفطر الصائم وبتاويلها ما
قلت من انه لو امره صلى الله عليه
وسلم بالعفو صريحا لوجب عليه
بما حكى مسلم عن اسماعيل بن سالم
راوي حديث القاتل والمقتول
في النار قال فذكرت ذلك لحبيب
ابن ابي ثابت فقال حدثني ابن اشوع
ان النبي صلى الله عليه وسلم انما
سأله ان يعفو عنه فابى اھ قلت
لعل مراد ابن اشوع ابداء احتمال
يصحح الحكم بدخول النار بالقتل
فعلم انه لو امره لوجب عليه امتثال
امره صلى الله عليه وسلم فثبت جميع
ما قلنا باقوال علماء الظاهر ايضا وبهذا
الاصل يرتفع جميع ما اشكل على قوله
صلى الله عليه وسلم في عبد الله بن
ابي حين قام صلى الله عليه وسلم ليصلي

کرنا مضر ہے تو اس رائے پر عمل کرنا
آپ کو جائز تھا) پھر اس حکم اجتہادی
کا باقی رہنا یا منسوخ ہو جانا سو یہ دوسری
بات ہے اور شوکانی نے نیل الاوطار
میں) باب وجوب حج میں اسی ارشاد
مذکور کے تحت میں (کہ اگر میں ہاں کہدیتا
تو ہر سال حج فرض ہو جاتا) یہ کہا ہے
کہ اس (ارشاد) سے اس پر استدلال
کیا گیا ہے (یعنی بعض علماء نے استدلال
کیا ہے) کہ آپ کو احکام کے مشروع
کر دینے کا بھی اختیار مفوض کیا گیا ہے
اور اس میں اختلاف بھی ہے جو اصول ۱۱۷
میں بسط کے ساتھ مذکور ہے اھ اور یہ
قول اوس مضمون پر دلالت کرنے میں
اور زیادہ قوی ہے جو ہم نے کہا ہے
کہ آپ کو حکم عام کی تشریع بھی جائز ہے
پس وہ شرط مذکور بھی بوجہ اتم واوضح
متحقق ہو گئی اور گو علماء کا اس اختیار
تشریع عام میں اختلاف ہے مگر ایسے
امور میں اختلاف مضر نہیں (کیونکہ اثر
اختلاف کا دلیل کا ظنی ہو جانا ہے
اور جس مسئلہ تصوفیہ کو ہم مستنبط
کر رہے ہیں عمل کے لئے اوس کا بھی

علیہ فقام عمر فقال تصلے علی ابن
ابی وقد قال یوم کذا کذا وکذا فقال
صلی اللہ علیہ وسلم انی خیرت فاخترت
وفی روایۃ قال سازید ہ علے سبعین
والاشکال فیہ من وجہین احدہما
ان قولہ تعالیٰ استغفر لہم او لا تستغفر لہم
للتسویۃ لا للتخییر وثانیہما ان قولہ تعالیٰ
سبعین مرۃ محمول علی المبالغۃ فلا
مفہوم لہذا العدد وتحیر فی الجواب
عنہما العلماء قدیما وحدیثا واسہل
الوجہ فی الحدیث علی ما قالہ استاذی
۱۸ مولانا محمد یعقوب رح بناء علی
الاصل المذکور قصدہ صلی اللہ علیہ
وسلم التمسک بمحض الالفاظ من غیر
التفات الی المراد بہا کما قصد صلی اللہ
علیہ وسلم فی ما سبق من حدیث
الہبۃ وحدیث القصاص ان یتمسک
المخاطب بمحض الالفاظ من غیر التفات
الی المراد بہا وکان الفعل جائزا
فی نفسہ لعدم ورود النہی الصریح
عن الصلوۃ والاستغفار وان کان
عبثا فی نفسہ من الاصل لکنہ لما اراد
صلی اللہ علیہ وسلم بعض الحکمۃ

ظنی ہونا کافی ہے، پھر اگر اختلاف مضر بیت
بھی ہو تو دلیل خاص کو مضر ہوگا اور غا
اُس ضرر کی یہ ہوگی کہ وہ دلیل خاص
منتفی ہو جائیگی اور دلیل خاص کا انتفار
مدلول کے انتفار کو مستلزم نہیں کیونکہ
ممکن ہے کہ وہ دوسری دلیل سے ثابت
ہو جاوے جیسے یہاں مسلم کی حدیث ہے
جو عنقریب آتی ہے اور وہ ہمارے مقصود سے
زیادہ چسپاں ہے کیونکہ ہمارا مقصود اصلاح
خاص کے طریق پر استدلال کرنا ہے نہ کہ
تشریح عام پر اور اوس کے لئے مسلم کی
حدیث (آئندہ) کافی ہے جیسا عنقریب
تم کو معلوم ہو جائیگا اور وہ وہ حدیث ہے،
جو میرے قول آئندہ میں ہے (یعنی یہ سب
بیان تھا اس مسئلہ کو حدیث متن سے
ثابت کرنے کا) اور اس باب میں ایک
دوسری حدیث بھی ہے جو دلالت میں
حدیث متن سے زیادہ صریح ہے اور وہ
وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت وائل
سے اوس قصہ میں مذکور ہے جس میں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک
ولی مقتول کو قصاص لینے کا اختیار عطا
فرما دیا اور جب وہ وہاں سے چلا تو آپ نے

ما نقلہ فی حاشیۃ البخاری عن الکتب
المختلفۃ بما نصہ ولکن خیل بما قال
اظہار الغایۃ رحمتہ ورافتہ علی من
بعث الیہ وروی انہ قال صلی اللہ علیہ
وسلم وما یغنی عنہ قیصی وصلاتی من
اللہ واللہ انی کنت ارجوان یسلم بہ
الف من قومہ وروی انہ اسلم الف
من قومہ لما راوہ یتبرک بقمیص النبی
صلے اللہ علیہ وسلم اھ وہذہ الروایات
وان لم ارہا منقولۃ لکنہا لیست
بادون من ابداء احتمال قصدہ
صلے اللہ علیہ وسلم امثال ہذہ الحکم
التی منہا ما قالہ استاذی مولانا
محمد یعقوب رح من انہ بین صلے
اللہ علیہ وسلم بہذا الفعل ان التبرکات
لا تغنی عن احد شیئاً اذا لم یکن مؤمنا
واللہ اعلم وارے ان القلب تقربہذہ
المسئلۃ بالتحریض علی صالح التعریض

ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اوس کو قتل کردیگا
تو یہ بھی اوسی (قاتل اول) کے مثل ہوجائیگا
اور مسلم ہی کی دوسری روایت میں وائل
سے آپ کا یہ ارشاد ہے کہ قاتل اور مقتول
دونوں دوزخ میں ہیں اھ آپ کا مقصود
کسی مصلحت سے قصاص معاف کردینے کی
درخواست تھی جس کی متعدد وجوہ ہوسکتی
ہیں اور یہ مقصود معافی کا ایسا ہے کہ اگر آپ
اُس ولی مقتول کو اوسکا صریح حکم فرماتے
تو اوسپر واجب ہوجاتا لیکن آپ نے
صریح الفاظ سے حکم نہیں دیا تاکہ اگر وہ
امتثال امر نکرے تو گنہگار نہ ہو پس آپنے ۱۱۹
تعریض (واشارہ) کے طور سے ایسی
بات فرمادی کہ اوس سے مخاطب ایسا
مضمون سمجہا جو آپ کی مراد نہ تھی کیونکہ
آپ کی مراد (پہلے ارشاد میں) مطلق
مماثلت فی الفعل تھی نہ فی الحکم (یعنی یہ
مطلب تھا کہ دونوں نفس فعل قتل میں

یکساں ہوجاویں گے کہ جیسا اصل مجرم قاتل تھا اسی طرح ولی مقتول بھی قاتل
ہوجائے گا گو حکم دونوں قتل کا جدا جدا ہے کہ مجرم کا فعل حرام تھا اور ولی مقتول
کا فعل جائز ہے) اور اسی طرح (دوسرے ارشاد میں) آپ کی مراد بعض قاتل کا نار
میں داخل ہونا ہے (یعنی جو ظلماً قتل کرے) نہ خاص اس قاتل کا جو ظالم کو قصاص
میں قتل کر رہا ہے اور اس حدیث سے جو میں نے اِس مسئلہ تصوفیہ پر استدلال

کیا ہے اوسکی تائید نووی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو اونہوں نے حدیث کی شرح
میں کہا ہے اگرچہ اون کا قول مجمل ہے اور میرا قول مفصل ہے (اور اس تائید کے
نقل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ اکثر طبائع کو علماء ظاہر کے اقوال سے زیادہ قناعت
ہوتی ہے اور صوفیہ کو مخترع سمجھتے ہیں اسی واسطے اس حدیث کے جزو عفو کے متعلق
اور حدیث آئندہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے متعلق بھی علماء ظاہر کے اقوال نقل کروں گا)
اور نووی کے قول کی عبارت یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا
ایسے الفاظ سے فرمایا جس میں آپ صادق ہیں اور اس میں جو ایہام ہے وہ ایک مقصود
صحیح کے لئے ہے اور وہ مقصود یہ ہے کہ ولی قتیل (اس کہنے سے) ڈر جاویگا اور معاف
کردے گا اور یہ معاف کر دینا ولی مقتول کی بھی اور اصل مقتول کی بھی دینی مصلحت
ہے (ولی کی مصلحت تو ثواب ہے عفو کا اور اصل مقتول کی مصلحت اوس کے اجر کا
بڑھ جانا کیونکہ جس مظلوم کا انتقام نہ لیا جاوے اوسکا اجر بڑھ جاتا ہے) اور اس میں
مجرم کی بھی مصلحت ہے کہ قتل سے اوس کی رہائی ہے پس جبکہ عفو (سراسر) مصلحت ۱۲۰
تھی آپ نے تعریض سے اوس تک رسائی حاصل کی اور ضمری وغیرہ نے جو ہماری
جماعت کے اور دوسری جماعت کے بھی علماء ہیں یہ کہا ہے کہ مفتی جب تعریض میں
مستفتی کی مصلحت دیکھے تو اوس کے لئے مستحب ہے کہ ایسی تعریض کردے
جس سے مقصود حاصل ہو جاوے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ اوس (تعریضی قول)
میں سچا ہو آگے مثال دی ہے کہ جیسے کوئی شخص روزہ میں غیبت کرنے کے متعلق
پوچھے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مفتی یہ کہدے کہ ایک حدیث میں آیا ہے
کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (پس نووی کی اس نقل سے میرے استدلال کی تائید
ہو گئی) اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر آپ عفو کا صریح امر فرماتے تو ولی مقتول پر معاف
کر دینا واجب ہو جاتا اس کی تائید اوس سے ہوتی ہے جو امام مسلم نے اسماعیل
بن سالم سے جو اس حدیث کے راوی ہیں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا (کہ ولی مقتول کی نسبت فی النار کیسے فرمایا

باقی آیندہ

اونہوں نے جواب دیا کہ مجھسے ابن اشوع نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
نے اوس سے عفو کی درخواست کی تھی اوس نے انکار کر دیا اس لئے آپنے ایسا
فرمایا اس لئے کہ اس صورت میں وہ تارک واجب ہوا جو مستحق وعید ہوتا ہے،
میں کہتا ہوں شاید مراد ابن اشوع کی ایک ایسے احتمال کا پیدا کرنا ہے جس سے قتل
کرنے پر دخول نار کا حکم صحیح ہوجاوے (کیونکہ ابن اشوع نے کوئی سند بیان نہیں کی
سو اس جواب سے) اتنا تو معلوم ہو گیا کہ اگر آپ اوس کو (عفو کا) حکم فرما دیتے تو اوسپر
آپ کے حکم کا امتثال واجب ہو جاتا پس ہمارے سب دعوے علمائے ظاہر کے
اقوال سے بھی ثابت ہو گئے اور اس قاعدہ مذکورہ سے وہ سب اشکالات بھی مرتفع ہو جاتے
ہیں جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر واقع ہوتے ہیں جو آپنے عبد اللہ
بن ابی (منافق) کے باب میں فرمایا ہے جس وقت آپ اوس کے جنازے کی نماز پڑھنے
کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ آپ عبد اللہ بن ابی پر نماز پڑھتے
ہیں حالانکہ اوسنے فلاں دن یوں کہا فلاں دن یوں کہا آپنے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے (مجھکو منع) ۱۲۱
بھی نہیں فرمائی بلکہ مجھکو (استغفر لہم او لا تستغفر لہم میں) اختیار دیا ہے سو میں نے (استغفار کو)
اختیار کر لیا اور ایک روایت میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے ستر پر عدم مغفرت کی خبر دی ہے
میں ستر سے بڑھا دونگا اور اشکال اس میں دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ارشاد
(استغفر لہم او لا تستغفر لہم) تسویہ کے لئے ہے تخییر کے لئے نہیں اور دوسرا یہ کہ حق تعالے
کا یہ ارشاد سبعین مرۃ مبالغہ پر محمول ہے (نہ کہ تحدید پر) پس اس عدد کا مفہوم مخالف
معتبر نہیں اور ان دونوں اشکالوں کے جواب میں علماء قدیمًا و حدیثًا متحیر رہے ہیں
اور سب سے سہل وجہ حدیث میں جیسا کہ قاعدہ مذکورہ کی بناء پر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ
ارشاد فرمایا ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے محض الفاظ سے بدون التفات
معانی کے تمسک فرمانے کا قصد فرمایا جیسا آپ نے ہبہ اور قصاص کی گذشتہ حدیثوں
میں اس کا قصد فرمایا کہ مخاطب محض الفاظ سے تمسک کرے اور اس طرف التفات
نکرے کہ ان الفاظ سے مراد کیا ہے اور فعل (یعنی اوسپر نماز جنازہ کی پڑھنا) فی نفسہ جائز تھا

کیونکہ نماز و استغفار سے نہی صریح وارد نہ ہوئی تھی اگرچہ یہ نماز و استغفار فی حد ذاتہ اصل سے فعل غیر مفید تھا لیکن جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ حکمتوں کی بھی رعایت فرمائی تھی اس لئے وہ فعل عبث بھی نہ رہا اور شاید حکمت وہ ہو جس کو حاشیہ بخاری میں مختلف کتابوں سے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ (جواب میں فرمایا) اس سے امت پر غایت رحمت و شفقت کے اظہار کو خیال میں ڈالدیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قمیص اور میری نماز اس کو کیا نافع ہوسکتی ہے واللہ میں امید کرتا ہوں کہ اسکی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اوسکی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے جب دیکھا کہ اوسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کے قمیص مبارک کا تبرک عطا ہوا اور ان روایتوں کو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھا لیکن یہ روایتیں اس احتمال سے تو گری ہوئی نہیں کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حکمتوں کا قصد فرمایا ہو جن میں ایک حکمت وہ بھی ہے جو میرے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحب نے بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے اسکو ظاہر فرمادیا کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو اوسکو تبرکات بالکل کام نہیں دیتے (اس شخص ۱۲۲
کے برابر کس کو تبرکات نصیب ہوسکتے ہیں مگر منافق ہونے کی وجہ سے پھر نار کے درک اسفل کا مستحق رہا اور پہلی حکمتیں غیر مسلمین کے اعتبار سے تھیں کہ اون کا تالیف قلب کرنا مقصود تھا اور یہ اخیر کی حکمت مسلمین کے اعتبار سے ہے کہ اون کو مسئلہ کی تعلیم کرنا مقصود ہے) واللہ اعلم۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تقریر کو التحریض علی صلح التعریض سے ملقب کروں یوم الخمیس ۱۳ ربیع الاول ۵۰ھ۔

**الحدیث** انکم قادمون علی اخوانکم فاصلحوا رحالکم واصلحوا لباسکم حتی تکونوا کانکم شامۃ فی الناس فان اللہ لا یحب الفحش ولا التفحش (حم دک هب) عن سهل بن الحنظلیة (صح)

**حدیث** (آپ نے صحابہؓ سے کسی ایسے موقع پر کہ وہ کہیں پہونچنے والے تھے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہونچنے والے ہو سو اپنا سامان درست کرلو اور اپنا لباس درست کرلو یہانتک

ف دل علے ندب تحسین الهيئة و
المحافظة علے النظافة ما امكن وله وجهان
احدهما كونه مقصودا فی نفسه لكونه
محبوبا لله تعالى كما ورد ان الله نظيف
يحب النظافة وان الله جميل يحب
الجمال وثانيهما اكرام من يقدم عليه
وفی الحديث اشارة الى الامرين الى
الاول فی قوله فان الله لا يحب الفحش
والى الثانی فی قوله انكم قادمون على
اخوانكم ويجوز فی الثانی شیٔ من زيادة
على الاول اما اذا كان لوجه فاسد
من التيه والبطر فمذموم لنصوص
كثيرة ومن ثم قال الحفنی فی الحديث
ان كانت نفسه مطهرة فان كان ممن
يعجب بذلك ويتكبر تركه وداوى نفسه
بالتقشف حتے يودبها اھ وقوله عليه السلام
حتى يكونوا كانكم شامة فی الناس لا يراد
به ثوب الشهرة الذی ورد فيه الوعيد
بل يراد به ثوب نظيف يمتاز به عن
المتدنسين من الناس وهم المراد
بالناس والقرينة عليه انه علل به
الامر بمطلق الاصلاح فتعين ان المراد
من لم يصلح لباسهم فاعرف ذلك

کہ عام لوگوں میں تم ایسے ہو جاؤ جیسے بدن
میں کوئی (ممتاز) نشان ہوتا ہے (جیسے
تل) کیونکہ اللہ تعالے بے شرم ہونے کو
پسند نہیں فرماتا اور نہ بے شرم بننے کو
(اور سامان ولباس کو درست نہ کرنا مشابہ
بیحیائی کے ہے کہ ذلت سے شرماتا نہیں
کذا ذکر العزیزی بقولہ ای وعدم اصلاح
ما ذکر یشبہ الفحش اھ اور ذلیل ہونا بلا وجہ
یہ بھی مذموم ہے حدیث میں ہے لا ینبغی
للمومن ان یذل نفسہ) ف حدیث اس امر پر
دال ہے کہ جسقدر (سہولت سے) ممکن ہو
اپنی ہیئت کو درست رکھے اور نظافت ۱۲۳
کا خیال رکھے اور اس میں دو پہلو ہیں ایک
یہ کہ یہ خود مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالے کو
محبوب ہے جیساکہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالے
نظافت والے ہیں نظافت کو محبوب رکھتے
ہیں اور جمال والے ہیں جمال کو محبوب رکھتے
ہیں اور دوسرا پہلو اوس شخص کا اکرام ہے
جس کے پاس یہ جا رہا ہے (کہ میلا کچیلا
کسی کے پاس جانے کے گویا یہ معنی ہیں کہ
ہمارے قلب میں اوس کی کوئی وقعت
نہیں جس کی وجہ سے کوئی اہتمام کیا جاتا)
اور حدیث میں دونوں امر کی طرف اشارہ ہے

امر اول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہونچنے والے ہو اور غرض ثانی میں بہ نسبت غرض اول کے کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے (یعنی ہر وقت کی نظافت وتجمل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تجمل میں کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے) لیکن اگر یہ زینت وتجمل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و فخر وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حفنی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اوسوقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت وجمال سے اس کو عجب وتکبر پیدا ہو جاوے گا تو پھر زینت وتجمل کو ترک کر دے اور غیر مزین وغیر جمیل لباس پہنکر اوس کا علاج کرے یہانتک کہ اوس کو مہذب کرے اھ اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہانتک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاؤ اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے
بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے ۱۲۴
اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

حکمت بعض النقص فی الاحوال

**الحدیث** انما الامل رحمة من اللہ تعالیٰ لامتی لولا الامل ما ارضعت ام ولدا ولا غرس غارس شجرا (خط عن انس رض) **ف** فیہ حکمة بعض الکونیات المباحة المرجوحة ذاتا الراجحة اثرا وفیہ تسلیة للسالک اذا اغتم بنقصه فی بعض الاعمال او الاحوال ببیان حکمته لئلا یتوقف

**حدیث** (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر امید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا **ف** اس میں بعض کونیات مباح مرجوح کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتاً تو مرجوح ہیں (کیونکہ ذاتاً تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں

باقی آئندہ

علیہا کثیر من الاحکام الشرعیۃ فان الارضاع واجب عینًا وکذا الزرع الذی اشیر الیہ فی الغرس واجب علی الکفایۃ وما ورد فی ذم الامل فالمراد بہ طول الامل کما قال المناوی مدح اصلہ لا ینافی ذم الاسترسال فیہ اھ ای الاستغراق فی الامل وترک الآخرۃ بالمرۃ۔

(یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے استحضار موت پر اس کو ترجیح ہوجاتی ہے چنانچہ اگر موت ہر وقت یاد رہے تو عام لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہوجاویں اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کاملین منتہیں اس پر قادر ہیں کہ ضروریات معاش و استحضار موت دونوں کو جمع کرلیں) اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص ہونے سے مغموم ہوتا ہے (مثلاً اس سے غمزدہ ہوا کہ موت کی یاد میں کمی پائی) اوس وقت اوسکی تسلی اس طور سے (کی جاتی ہے) کہ اوس نقص کی حکمت بیان کردی جاتی ہے جسپر بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے (جب تک اوس کا بدل نہ ہو) اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں
۱۲۵
اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور امل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس سے طول امل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل امل کی مدح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی مذمت آئی ہے یعنے اوس میں منہمک ہوجانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

**الحدیث** انما الاعمال کالوعاء اذا طاب سفلہ طاب علاہ واذا فسد اسفلہ فسد علاہ (ہ) عن معاویۃ (ض) **ف** فیہ رد علی الصوفی الجاہل فی قولہ انہ یکفی صلاح الباطن وان فسد الظاہر فنبہ الحدیث علی ان صلاح الباطن لا ینفک عنہ صلاح الظاہر وکیف یعقل ان المرء یحب احدا من صمیم قلبہ ثم یشتمہ بلسانہ

الحذر لمن فسد اعمالہ الظاہرۃ

**حدیث** اعمال کی مثال مثل برتن (میں رکھی ہوئی چیز) کے ہے جب اوسکے نیچے کا حصہ اچھا ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہوگا اور جب نیچے کا حصہ خراب ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی خراب ہوگا (کیونکہ تعلق اتصال کے سبب ضرور اثر پہونچتا ہے مثلاً گھی میں سیل ہو گو نیچے بیٹھ جاوے مگر ادنی حرکت سے اوپر بھی اوسکا ظہور ہوگا اسیطرح اگر

امراول کی طرف تواس ارشاد میں کہ اللہ تعالے بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہونچنے والے ہو اور غرض ثانی میں بہ نسبت غرض اول کے کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے (یعنی ہروقت کی نظافت وتجمل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تجمل میں کسیقدر زیادتی بھی جائز ہے) لیکن اگر یہ زینت وتجمل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و فخر وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حفنی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اوسوقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہوچکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت وجمال سے اس کو عجب وتکبر پیدا ہوجاوے گا تو پھر زینت وتجمل کو ترک کردے اور غیر مزین وغیر جمیل لباس پہنکر اوس کا علاج کرے یہانتک کہ اوس کو مہذب کرے اھ اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہانتک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہوجاؤ اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے ۱۲۴ اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہوگئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

**الحدیث** انما الامل رحمة من الله تعالیٰ لامتی لولا الامل ما ارضعت ام ولدا ولا غرس غارس شجرا (خط عن انس رض) **ف** فیه حکمة بعض الکونیات المباحة المرجوحة ذاتا الراجحة اثرا وفیه تسلیة للسالك اذا اغتم بنقصه فی بعض الاعمال والاحوال ببیان حکمته التی یتوقف

**حدیث** (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر امید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا **ف** اس میں بعض کونیات مباحہ کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتا تو مرجوح ہیں (کیونکہ ذاتا تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں

تعزیۃ بعض النقص فی الاحوال

علیہا کثیر من الاحکام الشرعیۃ فان الارضاع واجب عیناً وکذا الزرع الذی اشیر الیہ فی الغرس واجب علی الکفایۃ وما ورد فی ذم الامل فالمراد بطولہ کما قال المناوی مدح اصل الامل لا ینافی ذم الاستر سال فیہ اما ای الاستغراق فی الامل وترک الآخرۃ بالمرۃ۔

(یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے استحضار موت پر اس کو ترجیح ہو جاتی ہے چنانچہ اگر موت ہر وقت یاد رہے تو عام لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہو جاویں اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کاملین منتہیں اس پر قادر ہیں کہ ضروریات معاش و استحضار موت دونوں کو جمع کرلیں) اور راس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص ہونے سے مغموم ہوتا ہے (مثلاً اس سے غمزدہ ہوا کہ موت کی یاد ذہن کی باقی اوسوقت اوسکی تسلی اس طور سے رکی جاتی ہے کہ اوس نقص کی حکمت بیان کردی جاتی ہے جسپر بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے رجب تک اوس کا بدل نہ ہو) اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور امل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس سے طول امل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل امل کی مدح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی مذمت آئی ہے یعنے اوس میں منہمک ہوجانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔ ۱۲۵

**الحدیث** انما الاعمال کالوعاء اذا طاب سفلہ طاب علاہ واذا فسد اسفلہ فسد علاہ (ہ) عن معاویۃ (ض) **ف** فیہ رد علی الصوفی الجاھل فی قولہ انہ یکفی صلاح الباطن وان فسد الظاھر فنبہ الحدیث علی ان صلاح الباطن لا ینفک عن صلاح الظاھر وکیف یعقل ان المرء یحب احدا من صمیم قلبہ ثم یشتمہ بلسانہ

**حدیث** اعمال کی مثال مثل برتن (میں رکھی ہوئی چیز) کے ہے جب اوسکے نیچے کا حصہ اچھا ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہوگا اور جب نیچے کا حصہ خراب ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی خراب ہوگا (کیونکہ تعلق اتصال کے سبب ضرور اثر پہونچتا ہے مثلاً گھی میں میل ہو گو نیچے بیٹھ جاوے مگر ادنی حرکت سے اوپر بھی اوسکا ظہور ہوگا اسیطرح اگر

اویضربہ بیدہ فالذی یترک الصلوٰۃ عمدا اویزنی
اویشرب الخمر ویستخف بالشرع یمتنع ان یکون
فی قلبہ حب اللہ وعظمتہ وفی ذلک قال الرومی
گر انارے میخری خندان بخر تا دہد خندہ اش ز دانہ او خبر
نامبارک خندہ آں لالہ بود کز خندہ او سواد دل نمود
یرید رحمہ اللہ ان الاعمال الظاہرۃ الصالحۃ
او السیئۃ ھی امارات لصلاح الباطن
او فسادہ ومن فروع المسئلۃ انک اذا رأیت
شیخا ظاہرہ یخالف لشرع فایاک وایاہ

باطن اچھا ہے تو اوسکا اثر اعمال میں بھی ظاہر ہوگا اسیطرح اگر بُرا ہے (ف اس میں رد ہے جاہل صوفی پر جو یوں کہتا ہے کہ باطن کا درست ہونا کافی ہے گو ظاہر خراب ہو تو حدیث نے یہ بات بتلادی کہ باطن کی درستی سے ظاہر کی درستی مفارق نہیں ہوسکتی اور یہ بات کیسے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک شخص کسی سے دل سے تو محبت کرتا ہو پھر زبان سے اوس کو گالیاں دیتا ہو اور ہاتھ سے اوس کو مارتا ہے سو جو شخص نماز عمدًا ترک کرتا ہو یا زنا کرتا ہو یا شراب پیتا ہو یا شریعت کی بیقدری کرتا ہو یہ بات (عادۃً) محال ہے کہ اوس کے دل میں
اللہ تعالےٰ کی محبت اور عظمت ہو اسی بارہ میں حضرت مولانا رومی رح فرماتے ۱۲۶
ہیں کہ اگر انار خرید و کھلا ہوا خرید و جس کا کھلنا اوس کے دانوں کی حالت بتلاتا ہو اور منحوس کھلنا لالہ کا کھلنا ہے + جس کے کھلنے سے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ اچھے ہوں یا برے وہ علامات ہیں باطن کے اچھے یا برے ہونے کی اور اس مسئلہ کے فروع میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شیخ کو دیکھو کہ اوسکا ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اپنے کو اوس سے بچانا اور سمجھ لینا کہ اس کا باطن اگر درست ہوتا تو ظاہر بھی درست ہوتا)

عدم لزوم الاستغراق الکامل فی الصلوٰۃ

**الحدیث** انی لادخل فی الصلوٰۃ
وانا ارید ان اطیلہا فاسمع بکاء الصبی
فاتجوز فی صلاتی مما اعلم من شدۃ
وجد امہ ببکائہ (حم ق ہ) عن انس رضی
**ف** فیہ تصریح بان الاستغراق لیس

**حدیث** میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل پڑھونگا پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیونکہ جانتا ہوں کہ اسکی ماں اسکے رونے

من لوازم کمال الصلوٰۃ فان صلاتہ صلے اللہ علیہ وسلم لا شک فی کمالہا ومع ذلک کان یسمع البکاء وھو غیر مسموع فی الاستغراق۔

سے پریشان ہوگی **ف** اس میں اس کی تصریح ہے کہ استغراق کمال نماز کے لوازم میں سے نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے کامل ہونے میں کوئی شک نہیں اور باوجود اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استغراق میں ایسی آواز مسموع نہیں ہوتی۔

بعض علامات الاولیاء

**الحدیث** اولیاء اللہ تعالیٰ الذین اذا رأوا ذکر اللہ تعالیٰ الحکیم عن ابن عباس رض **ف** فی الحدیث احدی علامات الاولیاء وھذا مشاہد فی الاولیاء ولہم علامات اخرے یستدل بمجموعہا علی ولایتہم وصلاحیتہم للاقتباس منہم۔

**حدیث** اولیاء اللہ وہ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آجاوے **ف** اس حدیث میں ایک علامت اولیاء کی مذکور ہے اور اولیاء میں اسکا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ان کی صحبت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے اور ان کی اور علامات بھی ہیں سب کے مجموعہ سے ان کی ولایت پر اور اس پر کہ یہ استفادہ کے لائق ہیں استدلال کیا جاتا ہے۔

127

ضرر الغلو فی الدین

**الحدیث** ایاکم والغلو فی الدین فانہ ھلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین (حم) ک عن ابن عباس (صح) **ف** فیہ ما علیہ المحققون من رعایۃ الاعتدال فی کل شئ من العبادات والعادات وھو ما یرجی الدوام علیہ المطلوب فی الدین واما الغلو فہما یورث الملال والکلال وھو یفضی احیانا الی ترک الاعمال فالغلو تکثیر للعمل حالاً وتقلیلہ مآلاً وھو معنی خیر الامور اوساطہا وورد عین ھذا اللفظ فی کنوز الحقائق عن سمعان

**حدیث** دین میں غلو کرنے سے بچو پہلے لوگ دین میں غلو کرنے ہی سے ہلاک ہوئے **ف** اس میں وہی مسلک ہے جس پر محققین ہیں کہ تمام عبادات و عادات میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں اور اسی پر دوام کی بھی امید ہوسکتی ہے جو دین میں مطلوب ہے، باقی غلو سے ملال و کلال پیدا ہوتا ہے اور اس سے کبھی ترک عمل کی نوبت آجاتی ہے سو غلو فی الحال تو عمل کی تکثیر ہے اور فی المآل عمل کی تقلیل ہے اور یہی معنی ہیں خیر الامور اوساطہا کے

اورکنوزالحقائق میں بعینہ حدیث اسی لفظ سے وارد ہوئی ہے۔

**الحدیث** ایہا الامۃ انی لا اخاف علیکم فیما لا تعلمون ولکن انظروا کیف تعملون فیما تعلمون (حل عن ابی ہریرۃ رض) **ف** فیہ ما علیہ القوم من الاہتمام بالعمل اشد منہم بالعلم ۔

**حدیث** اے امت میں تمہارے متعلق اون چیزوں سے زیادہ اندیشہ نہیں کرتا جسکا تمکو علم نہیں کیونکہ علم کی کمی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بیبا کی کی دلیل نہیں اسلئے جرم خفیف ہے لیکن یہ دیکھو کہ جن چیزوں کا تمکو علم ہے اونمیں کیسا عمل کرتے ہو **ف** اس میں وہی طریق ہے جسپر صوفیہ ہیں کہ عمل کا اہتمام علم کے اہتمام سے زیادہ کرتے ہیں۔

۱۲۸ **الحدیث** الایمان بالقدر یذہب الہم والحزن (ك فی تاریخہ والقضاعی عن ابی ہریرۃ رض) **ف** فیہ علاج الامراض النفسانیہ بالتدبیرات الشرعیۃ وہو کالعادات الشائعۃ فی القوم ویقاس سائر الاعمال الشرعیۃ علی الایمان بالقدر وسائر الغوائل علی الہم والحزن والحمد للہ تعالی انتہت ہہنا الاحادیث المقصودۃ من الجامع الصغیر وکنوز الحقائق المذکورۃ فی حرف الالف لسبع عشرۃ من ربیع الاول سنہ ۵۰ھ

**حدیث** تقدیر پر ایمان رکھنا سب افکار وغموم کو دور کر دیتا ہے **ف** اس میں تدابیرات شرعیہ سے جن میں ایمان بالقدر بھی داخل ہے امراض نفسانیہ کا جن میں ہم وحزن بھی داخل ہے علاج ہے اور یہ صوفیہ میں منجملہ عادات شائعہ کے ہے کہ اپنے متعلقین کو خاص خاص رذائل کے معالجہ کے لئے خاص خاص مناسب اعمال بتلاتے ہیں اور ایمان بالقدر پر اور اعمال کو اور ہم وحزن پر دوسری نفسانی خرابیوں کو قیاس کیا جاویگا۔ الحمد للہ تعالی آخر عشرہ وسطی ربیع الاول سنہ ۵۰ھ کو جامع صغیر وکنوز الحقائق کی احادیث مقصودہ حرف الف کی ختم ہوئیں۔

## اطلاع ضروری متعلق تبدیل طرز رسالہ (جو تاریخ مذکورہ بالا سے ایک سال بعد تجویز کیگئی)

چونکہ اس کے بعد بعض مقتضیات کے سبب جن کا بیان اس کے بعد کے حصہ کے خطبہ میں آوے گا بقیہ رسالہ کو صرف اردو میں لکھنے کا ارادہ ہے اسلئے طرز بدلنے کے سبب یہاں تک یعنی ختم حرف الف تک حصہ سوم اور ما بعد سے یعنی حرف با سے حصہ چہارم قرار دیا جاتا ہے وباللہ الاعتصام فی کل بدء وختام ۔ تمت

۲ / ۱۶۹